رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

فاضل بریلوی پر اٹھائے گئے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی

پر ایک نظر

تحقیق و تنقید

نوشاد عالم چشتی

ناشر

سلسلہ اشاعت نمبر ۹۰

نام کتاب ــــــــ "اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر"
تحقیق و تنقید ــــــــ نوشاد عالم چشتی
کتابت ــــــــ عبدالرحمٰن عاجز
تصحیح ــــــــ شفقت جاوید قادری ضیائی
محمد کاشف بٹ
ضخامت ــــــــ ۲۲۴
تعداد ــــــــ ۱۱۰۰
سنِ اشاعت ــــــــ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ ستمبر ۱۹۹۴ء
بار ــــــــ اوّل
مطبع ــــــــ سجاد آرٹ پریس لاہور
قیمت ــــــــ دعائے خیر بحق معاونین

شائقین ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

ناشر

مسجد رضا محبوب روڈ ۔ چاہ میراں لاہور ۳۹

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الاہداء

سیدی و مرشدی و مولائی نظام الملت حضرت خواجہ **نظام الدین** محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توسط سے

رحمۃ اللعالمین راحۃ العاشقین
انیس الغریبین مراد المشتاقین
سرور کائنات فخر موجودات
احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی چہیتی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر نور العین امام عالی مقام نواسۂ خیر الانام سید الشہداء

"حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کرب و بلا کے نام"

جن کے کردار و عمل سے دین اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ ملتا ہے اور ظالم کے سامنے حق بولنے کی جرأت کیونکہ

جفا شعاروں کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں !!!

طالب عفو و کرم

نوشاد عالم چشتی

۱۹ ربیع الاوّل شریف ۱۴۱۵ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شہیدِ جنگِ آزادی تحریکِ حرّیت کے سالارِ کارواں

امام المنطق والفلسفہ عالم باعمل، فاضل بے بدل حضرت

علّامہ مولانا سیّدنا **فضل حق** خیرآبادی چشتی علیہ الرحمۃ الرضوان کے

جرأت۔ حق گوئی، اور بے باکی

کے نام سے

زندگی اتنی غنیمت تو نہیں جس کے لیے

عہد کم ظرف کی ہر بات گوارہ کرلیں

گدائے چشت: نوشاد عالم چشتی فریدی نظامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

رضا اکیڈمی لاہور نے اپنے قیام ۱۹۸۶ء سے آج ۱۹۹۴ء تک تقریباً یکصد دینی، مذہبی، تاریخی اسلامی اور فقہی کتب شائع کر کے جو تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آئیگی۔ آٹھ سال کی قلیل سی مدت اور مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر ایسی عمدہ ٹھوس اور مضبوط کتب کی اشاعت نے اہلِ علم و فضل کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔

اہلِ دل و اہلِ خیر حضرات کے مالی تعاون کو ادارہ کے ارتقاء و ارتفاع میں بڑا عمل دخل ہے۔ جہاں ہمیں اہلِ قلم و فضل کی قلمی معاونت حاصل رہی وہاں قارئین کرام کی حوصلہ افزائی نے بھی ہمارے مشن کو تحفظ دیا ہے۔ ان محسنین کی فہرست بڑی طویل ہے اگر جملہ محبین کے اسماءِ گرامی درج کیے جائیں تو دفتر درکار ہیں۔ تاہم ہر ایک کا شکریہ ادا کیے دیتا ہوں جو کسی بھی طرح رضا اکیڈمی کی ترقی کا باعث بنا۔ نیز ان حاسدین و معاندین کے بھی مشکور ہیں جنہوں نے عناد و حسد کے ذرائع سے ہمارے کاز کو آگے بڑھایا۔ اقبال مرحوم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے ؎ ہستیٔ او رونقِ بازارِ تُست

یعنی حاسد کا وجود بھی تیرے بازار کی رونق ہے اور واقعی جہاں ہمارا لٹریچر پہنچانا مشکل ہوتا ہے وہاں انکی معرفت از خود پہنچ جاتا ہے، ایسے ہی معاندین و حاسدین نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اپنے گھر میں جگہ دی اور انکی شہرت و قبولیت کو اس طرح بلندیوں پر دیکھا پیشِ نظر کتاب "اتہامات عبدالرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر" معرضِ وجود میں آنے کا وہی لوگ ہی سبب ہیں۔ جسے محترم جناب نوشاد عالم چشتی مدظلہ نے نہایت شرح و بسط اور تحقیق و تنقید کے آئینہ میں قلمبند کیا۔ اتہامات و الزامات ہیں انکی تفصیل کتاب میں پڑھیے گا! اسے موصوف سے شکریہ کے ساتھ ادارہ اپنی روایتی شان و شوکت سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

مقبول احمد ضیائی قادری
نومبر ۱۹۹۴ء / ربیع الثانی شریف ۱۴۱۵ھ

نوٹ:- علمی و قلمی اغلاط سے آگاہ فرمائیے تاکہ آئندہ اشاعت میں درستگی کی جائے۔ شکریہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

تقریظ

عالی جناب حضرت علامہ مولانا **عبدالرزاق چشتی** صاحب بھترالوی حطاروی
شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
امام وخطیب جامع مسجد غوثیہ ایف ۶/۱ نزد سپر مارکیٹ اسلام آباد

حقیقت یہ ہے کہ انسان ضد و حسد و عناد و منافرت کی وجہ سے حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتا ہے وہ زہر کو تریاق سمجھتے ہوئے خوشی سے قبول کر لیتا ہے اور تریاق کو زہر سمجھ کر پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالرزاق ملیح آبادی نے عظیم البرکت، مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر بے سرو پا الزامات عائد کرنے کی کوشش کی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ فقط آپ کی کتاب سے اسلام ابی طالب کے الفاظ کو دیکھ کر فتویٰ دے دیا کہ مولانا احمد رضا خاں ایمان ابی طالب کے قائل تھے آپ کی پوری کتاب کو پڑھنے کی

زحمت برداشت نہ کی۔ گویا کہ اپنے ذہن وضمیر میں رکھنے والے حسد وعناد کو آشکارا کر دیا۔

جہاں کچھ لوگ بظاہر انگریز دشمنی کا راگ الاپ رہے تھے وہاں مسلمانوں کو ہندو کے دام فریب میں بھی پھنسا رہے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی فراست ایمانی نے ہندو مسلم اتحاد کے نقصانات کا سب سے پہلے اندازہ لگایا۔ بغیر کسی پرواہ کے ببانگِ دہل مسلمانوں کو خبردار کیا اے اُمّتِ مصطفےٰ، عاشقانِ نبیٔ مختار خبردار! مشرکینِ ہند کے دامِ فریب میں نہ پھنس جانا اس لیے کہ ایک درندے سے نجات حاصل کرکے دوسرے درندے کا شکار ہو جاؤ گے اور ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تمہیں خونخوار درندے کی طرح بے رحمی سے نگل جائے گا۔ ـــــ دو قومی نظریہ سب سے پہلے فاضلِ بریلوی نے ہی پیش کیا۔ ہندو اور انگریز دونوں کے خلاف علمِ جہاد آپ نے ہی بلند کیا۔ آپ کی اس فراست ایمانی کو آنے والے وقت نے واضح کر دیا کہ جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے اُن سے کس بربریّت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ خون کی ہولی روز کھیلی جا رہی ہے۔ آپ اسے خوب جانتے ہیں۔ تخریبی عناصر کی وجہ سے کسی شہر میں امن نہیں ہر طرف دہشت گردی ہی دہشت گردی ہے جس کی بناء پر کوئی سڑک محفوظ نہیں، مساجد محفوظ نہیں۔ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کرنے کے بعد مزید اور خانۂ خدا کو منہدم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جو روح فرسا سانحات وقوع پذیر ہوئے ہیں انہوں نے وحشت و بربریت کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ گولیوں سے انسانوں کے جسموں کو چھلنی کیا جا رہا ہے۔ بموں کے دھماکوں سے مسلمانوں کے جسموں کے پرخچے ہوا میں اُڑائے جا رہے ہیں۔ چھرا گھونپ کر انتڑیاں باہر نکالی جا رہی ہیں ـــــ کیا اب بھی اعلیٰ حضرت کی

بصیرت کو نہیں سمجھا جائے گا۔ یقیناً آپ نے حق وصداقت کی راہ پر مسلمانوں کو گامزن کرنے میں عزم و ہمت سے کام لیا۔ مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بھی نجات دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے متعین کردہ راستہ پر ہی علماء اہل سنت نے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔

تحریک آزادی کے زمانہ میں علماء اہل سنت کے قائد صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی جس میں تمام ہندوستان (پاک وہند) کے اطراف سے جلیل القدر علماء کرام اور مشائخ عظام تقریباً پانچ ہزار کی تعداد میں شریک ہوئے۔ اسی کانفرنس میں یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔"[1]

یہی وجہ ہے کہ چونکہ اعلیٰ حضرت نے انگریز کی غلامی سے نکال کر مسلمانوں کو ہندو کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کی سازش کو بے نقاب کیا تو گاندھی کو ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھانے والے کانگریسی ملاؤں نے آپ کو انگریز کا ایجنٹ کہنا شروع کر دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ بھی ہماری طرح مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا فریضہ سرانجام دیں لیکن آپ نے اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق مسلمانوں کی ہر طرح سے بلندی کو مدنظر رکھا۔

عبدالرزاق ملیح آبادی کے لگائے ہوئے الزامات کا پُرعزم،

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بلند ہمت، اسکالر، صاحب تحقیق، مخزن علوم عقلیہ و نقلیہ جناب نوشاد عالم چشتی صاحب مدظلہ العالی نے تحقیق و تدقیق اور فصاحت و بلاغت پر مبنی، شاندار اسلوب اور اچھوتے انداز سے رُدّ بلیغ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی سعی بلیغ اور حق گوئی پر جزاء خیر عطا فرمائے اور عوام الناس کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین بجاہ سیّد المرسلین۔

جناب نوشاد عالم صاحب نے "ابوالکلام آزاد" کی ایک عبارت نقل کر کے ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ ایک شخص عالم دین ہونے کا دعویدار ہوتے ہوئے لفاظی اور صحافت کی آڑ میں حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسے انکار کر گیا۔ ملاحظہ ہو۔

"جناب ملیح آبادی صاحب کا بیان ہے کہ ابوالکلام آزاد نے ان کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ـــــ حدیث انسانی سوسائٹی کے لیے قانون کا سوتا نہیں ہو سکتی ـــــ عالمگیر ہدایت کا ضامن قرآن ہے ـــــ اور قرآن محدود سے چند قوانین کے حامل ہے یہ اس لیے کہ کوئی قانون بھی اختلاف از منہ و حالات کی وجہ سے ساری دُنیا پر نہ نافذ ہو سکتا ہے ـــــ نہ مفید ہو سکتا ہے ـــــ دراصل شریعت کی اساس جلب مصالح اور دفع مفاسد پر ہے ★ ـــــ"

(حوالہ آنے والے صفحات پر ملاحظہ کریں)

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎

★ نوٹ :۔ برصغیر ہند و پاک کے غیر مقلدین جنہیں بقلم خود اور بنفسہٖ اہل حدیث ہونیکا دعوٰی ہے وہ لوگ ابوالکلام آزاد کو فرقہ اہل حدیث کا بہت بڑا عالم جانتے اور مانتے ہیں لہٰذا احسان الٰہی ظہیر نے اپنی رسوائے زمانہ تصنیف البریلویت میں ابوالکلام آزاد صاحب کا "تذکرہ" ان الفاظ میں کیا ہے، "اہل حدیث جید عالم دین امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کلام باری تعالیٰ و حدیث مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں اس طرح تلازم ہے کسی کا ایک دوسرے کے بغیر پایا جانا ممکن نہیں۔ ربّ ذوالجلال کی کلام کو منبع رشد و ہدایت ماننا اور حدیث پاک کو کامل اکمل اور ہادی نہ ماننا ایمان نہیں۔

حاشا وکلّا یہ ناممکن و محال ہے کہ ایک کا اقرار دوسرے کے انکار سے جمع ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں منکرین حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا:۔ عن المقدام ابن معدیکرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ ألا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد وروی الدارمی (مشکوٰۃ)

"حضرت مقدام بن معدیکرب سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار مجھے قرآن پاک عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی عطا کی گئی۔ خبردار قریب ہی زمانے میں (قبل از قیامت) ایک شخص امیر ترین اپنی کرسی پر سہارا لگائے بیٹھا ہوگا (اپنے چیلوں کو) کہہ رہا ہوگا تم پر صرف قرآن پاک پر عمل کرنا ہی لازم ہے۔ جو چیز قرآن پاک میں حلال ہے اس کو ہی حلال سمجھو اور قرآن پاک میں جس چیز کو حرام کیا گیا ہے اسی کو حرام مانو۔ حالانکہ کئی چیزوں کو اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) "بریلویت" مترجم عطاء الرحمٰن۔" ادارہ ترجمان السنۃ لاہور۔ ص ۷۹ (نوشاد عالم چشتی)

آگے حدیث شریف میں ذکر آرہا ہے کہ اہلی گدھے اور ذی ناب درندوں کو اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے :
قرآن پاک کی مثل سے مراد حدیث پاک ہی ہے کیونکہ حدیث قدسی کے الفاظ بھی بغیر واسطہ جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو القاء کیے جاتے ہیں لیکن باقی احادیث کا مفہوم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء کیا جاتا ہے۔
حدیث پاک میں رجل شبعان کا مطلب زیادہ کھانے والے سیر شدہ :-
اما البلادۃ وسوء الفهم ومن اسبابه الشبع وكثرة الاكل واما الحماقة والبطر ومن موجباته التنعم والغرور بالمال والجاه (مرقاۃ)
"زیادہ کھانے اور سیر ہونے کی وجہ سے بلادت اور بدفہمی لازم آتی ہے۔ زیادہ عیش وعشرت اور مال و مرتبہ کے تکبر کی وجہ سے حماقت اور اکڑ حاصل ہوتی ہے۔"
ويمكن ان يكون قوله شبعان كناية عن غروره بكثرة علمه وادعائه ان لا مزيد على فضله (مرقاۃ)
"ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی شبعان سے مراد وہ شخص ہو جو اپنے علم کی کثرت پر غرور کرتا ہو اور اس کا دعویدار ہو کہ کوئی شخص اس سے علم وفضل میں زائد نہیں۔"
قربان جاؤں علم مصطفےٰ علیہ السلام پر آپ نے غلام احمد پرویز اور ابوالکلام آزاد جیسے نامسعود لوگوں کی نشاندہی فرما کر اپنے غلاموں کو گمراہوں کے گمراہ کن عقائد سے دور رہنے کی تدبیر فرما دی۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق راہ پر قائم رکھے، محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔ مکار، فریبی علم ابلیس کے حاملین کے دامِ فریب سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ آمین۔ ثم آمین!

خادم الطلباء ——— عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

صدائے دِل

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
"علامہ اقبال"

سببِ تالیف

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واولیاء ملتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد حمد صلوٰۃ کے عرض مدعا یہ ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (اسلام آباد۔ پاکستان) کے کلیہ اصول الدین شعبہ تقابل ادیان کے ایک طالب علم دوست جناب محمد ندیم عباس[1] (ایم۔ اے) صاحب سے میرا مذکورہ شعبے سے متعلق ہونے کی وجہ سے آپس میں مختلف مذاہب ادیان و فرقوں پر علمی ومعلوماتی تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے۔

[1] نوٹ: اب ندیم عباس صاحب اپنی پڑھائی کی تکمیل کے بعد اپنے آبائی وطن واپس جاچکے ہیں۔ (نوشاد عالم چشتی)

اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بر سبیل تذکرہ، برصغیر ہند و پاک میں "گستاخیٔ رسالت" اور "تنقیص شانِ الوہیت" جیسی تحاریک کا ذکر چل نکلا۔ جو مسلمانوں کے عرصۂ غلامی کا آئینہ اور دورِ استعمار کا ثمرہ ہے۔ ہند و پاک میں "شانِ رسالت میں گستاخی" اور "شانِ الوہیت" میں نقص نکالنے والی ان تحریکوں کو "فتنۂ وہابیت" و "فتنۂ دیو بندیت" کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ دراصل "قادیانیت" ان تحریکوں کا ہند و پاک میں تکملہ ہے۔ "قادیانیت کی فکری بنیاد" میں دیوبندیت اور وہابیت کا بے مثال تعاون حاصل ہے۔ برصغیر کے مشہور اور عظیم مفکر علامہ اقبال صاحب مرحوم اپنے فکر و تجربہ کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"قادیان اور "دیو بند" اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں ـــــ لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے" ـــــ اور دونوں "اس تحریک" کی پیداوار ـــــ جسے عرف عام میں "وہابیت" کہا جاتا ہے" ۔[۱]

اس موضوع پہ کئی مستند کتب بازار و مکتبہ سے دستیاب ہیں۔ ضروری تفصیلات آپ وہاں سے ملاحظہ کریں۔ ـــ تقدیس الوہیت کی پاسداری اور عظمت رسالت کے تحفظ کی خاطر اس مذموم فتنے کا نہایت جوانمردی اور جانفشانی سے علمائے اہل سنّت وجماعت نے سدباب کیا ـــ سنّی علمائے کرام نے اس مذموم فتنے کے مدمقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے ہو کر عنایت باری تعالیٰ اور فیضان مصطفےٰ جانِ رحمت کے صدقے میں، اپنے علم و فضل، تقویٰ طہارت کی بنیاد پر اس مکروہ فتنے کی تار پود کو بکھیر کر رکھ دیا ـــ

---

[۱] (الف) اقبال کے حضور۔ از سید نذیر نیازی اشاعت اوّل ۱۹۷۱ء ناشر اقبال اکادمی کراچی ص ۲۶۱ ۔ جلد اوّل (ب) اقبال کا آخری معرکہ از سید نور محمد قادری اشاعت دوئم جنوری ۱۹۸۷ء ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص ۸۰

نیز اس فتنے کے مذموم عزائم سے عوام الناس کو روشناس کرانے میں تحریری و تقریری طور پر بے مثال کردار ادا کیا۔

اس فتنے کے سد باب میں خاندان حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور خاندان حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ، خاندان خیرآباد، بدایوں، رام پور اور بریلی کے علاوہ لکھنؤ کا علمی خاندان فرنگی محل بھی پیش پیش تھا۔ ان نفوس قدسیہ میں حضرت علامہ مولانا سیدی فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ، امام حریت سے لے کر سیدی حضرت مولانا فضل رسول بدایونی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تک کا اسماء گرامی سرفہرست ہے ـــــ اپنے دور میں افکار حق و عقائد اہل سنت کی نشر و اشاعت شان الوھیت جل جلالہٗ اور ناموس رسالت علیہ السلام کی تحفظ کے اس سلسلے میں جناب ابوالکلام آزاد صاحب کے والدگرامی شیخ العرب والعجم، فاتح نجدیت قاطع شرک و بدعت عالی جناب حضرت علامہ مولانا سیدی خیرالدین صاحب علیہ الرحمۃ کا نام نامی بھی سرفہرست ہے اور خاصی شہرت کا حامل ہے ـــــ آپ مفتی عالم اسلام حضرت علامہ فضیلۃ الشیخ حجۃ الخلق بقیۃ السلف سیدی حضرت مولانا شیخ دحلان رحمۃ اللہ علیہ (استاد مکرم حرم شریف) کے خاص احباب میں شامل تھے قبلہ حضرت مفتی عالم اسلام علیہ الرحمۃ نے رَدِّ وہابیت میں بہت ہی معرکۃ الآرا اور قابلِ قدر علمی تصانیف بطور یادگار چھوڑی ہیں جن میں اکثر زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

"آزاد" صاحب چونکہ برصغیر ہند و پاک میں اکابرینِ اہلِ سنت و سلف صالحین کے فکر سے "آزاد" ہونے والوں کے سرخیل جماعت اور اپنے والد علیہ الرحمۃ الرضوان کے مسلکِ اہلِ سنت کے برعکس ہیں ـــــ مگر جو لوگ آزاد صاحب کے خاندانی پس منظر کو نہیں جانتے ہیں وہ تمام حضرات اکثر مغالطے میں رہتے ہیں۔ اس ضمن میں برادر ندیم عباس صاحب کی علمی معلومات کوئی خاص نہ تھی ـــــ راقم نے برادر ندیم صاحب کو جناب

بیان کرنے میں بڑی سہولت ملی۔

اس مقالے میں عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کی طرف سے اعلیٰ حضرت کی ذات پر لگائے گئے بہت سارے الزامات میں سے میں نے صرف ۳ الزامات پر گفتگو کرنی چاہی ہے۔ جو میرے نزدیک نہایت سنگین اہمیت کے حامل تھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(الف) فاضل بریلوی معاذ اللہ! ایمان ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل نہیں تھے۔

(ب) فاضل بریلوی ایمان ابوطالب کے قائل تھے۔

(ج) فاضل بریلوی نے شیخ الاسلام حضرت علامہ الشیخ دحلان رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کوئی کتاب لکھی تھی (جس کا عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب نے کوئی نام نہیں بتایا ہے۔)

(د) فاضل بریلوی بقول عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے "تحریکِ خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کے معاذ اللہ اس لیے مخالف تھے کہ یہ انگریزوں کے مفاد میں نہ تھیں۔

(ھ) فاضل بریلوی اپنے اور اپنے معتقدین کے سوا تمام دُنیا کے مسلمانوں کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بقول عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے کافر بلکہ ابوجہل سے بھی بڑھ کر اکفر جانتے تھے۔

"الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین"

عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے یہ وہ "نوازشات" ہیں جسے اُنھوں نے اپنی مختلف تصنیفات و تالیفات میں ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے دیگر دوسرے حوارین اور "پاکباز نفوس"، بھی اس کارِ خیر میں شامل ہو گئے ہیں۔ کیا کیجیے "گا ماضی بعید سے ہی خیر و شر حق و باطل کی جنگ ہوتی چلی آرہی ہے۔ جہاں اولیاء رحمان دنیائے انسانیت کے لیے مثل منارہ نور

اور مصدر رشد و ہدایت ہیں وہیں اولیائے شیطان اپنے وجود نامسعود سے ظلمتوں کے نمائندہ، حق سے روکنے والے اور آخرت کو تباہ کر دینے میں مصروف عمل ہیں ـــــ فاضل بریلوی کے خلاف ایسا لگتا ہے کہ ایک نہ رُکنے والا مسلسل الزام بازیوں، بہتان تراز یوں کا تسلسل جاری ہے۔ مخالفین اہل سنّت اپنی وفات یافتہ "بزرگوں" کی "غیبت" میں آج بھی جھوٹ بول کر منصبِ "نیابت" کا صحیح فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

فی الحقیقت اگر اسلام کی یہی خدمت ہے تو مجھے بتایا جائے کہ اسلام کی اصل "تعلیمات" کیا ہیں ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو روئے زمین سے ختم کرنے کے لیے اسلام مخالف طاقتوں نے اپنا اصل روپ بدل لیا ہے۔ اس ضمن میں برطانیہ سے واپس ہونے کے بعد خاص کر پاکستان میں مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور کے ناشر انوار صاحب موجودہ دَور میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ فاضل بریلوی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں یہ جناب ایک مکمل چلتا پھرتا مِشن ہیں ـــــ راقم کئی بار ان سے مل چکا ہے ـــــ فاضل بریلوی کے خلاف بولتے بولتے ان کے مُنہ سے سفید سفید جھاگ نکلنے کے باوجود بھی خاموشی اختیار کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ "حُسنِ اخلاق" کے اُس "عظیم" منزل پر فائز ہیں جس کا ادراک ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی حاصل ہے۔

حال ہی میں ترکش ریلیجیس فاؤنڈیشن سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز کے ریسرچ اسکالر جناب عبدالحمید برییٹرک صاحب پاکستان میں مختلف مسالک اور فرقے کی معلومات کے متعلق ایک مطالعاتی دورے پر تشریف لائے تھے۔ چونکہ آپ نے لاہور میں "انوار" صاحب سے بھی ملاقات کی تھی۔ انوار صاحب نے فاضل بریلوی کے خلاف بے بنیاد لکھی جانے والی بہت ساری کتب کو ان کی نظروں سے گزار دیا تھا اس کے علاوہ کتمان حق میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی ـــــ اتفاقاً ان سے میری ملاقات ادارہ ع

تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی لائبریری میں ہو گئی ـــــ دورانِ گفتگو جناب عبدالحمید صاحب نے بہت سارے حقائق سے آگاہ کیا۔ خاص طور پر حقائق مسخ کرنے کے معاملے میں "انوار صاحب" کا خصوصی ذکر فرمایا۔ میں نے انہیں فاضل بریلوی کی اصل تصانیف اور دیگر اہل سنّت کی تصنیفات کا براہِ راست مطالعہ کی دعوت دی۔ جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ بحمدہٖ تعالیٰ وطن واپس جاتے وقت انہوں نے مجھ سے خصوصی ملاقات کی۔ معانقہ کے بعد اپنے رابطے کا پتہ دیتے ہوئے خط لکھنے کی فرمائش کی تاکہ رابطہ بحال رہے ـــــ میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے ان کی پیش کش قبول کر لی ۔ اللہ تعالیٰ اس سے عہدہ براں ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

جناب انوار صاحب کے دستِ راست جناب خالد محمود صاحب جنہوں نے خیر سے فن تحریف و خیانت میں "ڈاکٹریٹ" بھی کیا ہے فاضل بریلوی کے خلاف الزام تراشی، بہتان بازی میں آج کل بہت زیادہ پیش پیش ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف "برطانیہ" میں اپنے آقائے نعمت تاج شاہی کے سایہ عاطفت میں بیٹھ کر "مطالعۂ بریلویت" فرمارہے ہیں۔

بہرحال عرض یہ ہے کہ تردید باطل میں جو بھی جس قدر ولولہ انگیز، ہمت سے پُرعزم ہوا باطل نے بھی اپنی تمام تر قوت و سختی کے ساتھ اُسے بدنام کرنا شروع کر دیا۔ آپ از آدم (علیہ السلام) تا ایندم تاریخ انسانیت پر ایک نظر ڈال لیں اس کے لاتعداد شواھد میسر آجائیں گے ۔ ماضی میں حضرات انبیاء علیہ السلام جیسے نفوس قدسیہ کے علاوہ اللہ کے نیک صالحین بندوں کو دیکھ لیں۔ آج بھی ظاہر بیں جاہل طبقہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمِ حدیث سے عاری اور صاحبِ قیاس کے لقب سے ملقب کرتا ہے لیکن جو لوگ حضرت کی جلالتِ علم سے واقف ہیں

وہ اُنہیں امام الاعظم اور سراج الائمہ کے خطاب سے پکارتے ہیں۔
چند صدی پیشتر اگر ہم تاریخ کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلاف دین اسلام کے باغی اور "بارگاہِ اکبری" کے پروردہ درباری علماء سُونے ان حضرات القدس پر کیسے کیسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں ۔
حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات بابرکات کا مطالعہ کرنے والوں پہ یہ عیاں ہے کہ آپ کے خلاف حاسدینوں نے بادشاہ وقت سے یہ شکایت کی کہ معاذ اللہ
"آپ اپنے آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں۔" [۱]
اسی طرح محقق علی الاطلاق شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خلاف پروفیسر خلیق احمد "نظامی" صاحب نے یہ الزام تراشی کی ہے کہ آپ معاذ اللہ
"احکامِ اسلام کے متعلق ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کرتے۔" [۲] (تلخیص)
لیکن حق یہ ہے کہ مشیت الٰہی ہمیشہ غالب اور "پروپیگنڈیسٹ" ہمیشہ مغلوب ہوتے ہیں ـــــ "پاک باز نفوس" کے راز ہائے اندروں جب منظرِ عام پر آتے ہیں تو بظاہر تقویٰ تقیہ اور تقدس کی دوکان سجانے والوں کی "خانقاہو"

[۱] ماہنامہ انوارِ ثانی۔ لاہور شمارہ، صفر، ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / جولائی اگست ۱۹۹۴ء "مجدد اعظم نمبر" ص ۶۹۔
[۲] حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی۔ پروفیسر طبع اوّل سن ندارد مطبع فائن پریس ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور ص ۲۹۲ ؎

میں ایک "زلزلہ" بپا ہوتا ہے اُن کی دُنیا "زیر و زبر" ہونے لگتی ہے اور پھر مجرم ایک نئے "دھماکہ" کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرتا ہے۔ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب تک اہلِ حق رہیں گے باطل سے معرکہ آرائیاں جاری و ساری رہیں گی۔ حزب اللہ حق کہنے سے اپنے آپ کو روک نہیں سکتا اور حزب الشیاطین تحریف و کذب سے "باز" نہیں آ سکتے۔ اہلِ باطل اہلِ حق کے ساتھ ایسا کرتے رہیں گے تا آنکہ قیامت سے پہلے مومن اپنے رب کی بارگاہ بے کس پناہ اور جوارِ رحمت میں قرار نہ پکڑ لیں ــــــ۔

مقام شکر ہے کہ بفضلِ تعالیٰ اب فاضل بریلوی کے مخالفین میں سے کچھ لوگ فاضل بریلوی کی عظمت کا اعتراف کرنے لگے ہیں "رضاخانی مذہب اور "حسام قادری" کے مصنّف جناب سید احمد قادری صاحب سابق غالی متعصب دیوبندی جو اعلیٰ حضرت کو اپنی تصنیف "حسام قادری" میں لفظ "اعلیٰ حضرت لکھتے تھے آپ کے اُستاد کو قادیانی کا بھائی تحریر فرماتے تھے آج وہ بھی بفضلِ الٰہی فاضل بریلوی کی عظمت، سیاسی بصیرت اور علمی جلالت کو تسلیم کرتے ہوئے مسلکِ حق اہل سنّت و جماعت کو دل سے قبول کر لیا ہے۔ آپ نے سرِ عام فاضل بریلوی کے مخالفین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان لفظوں میں تو یہ کیا۔

"میں ۲۵ سال دیوبندی مذہب میں رہ کر ان کے عقائد کی ترجمانی کرتا رہا ہوں۔ آخر اللہ عزّ و جل کے فضل و کرم اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم سے مناظر اسلام مولانا محمد عبد العزیز نوری مہتمم مرکزی دار العلوم غوثیہ حویلی لکھا (اوکاڑہ) کے ساتھ تمام متنازعہ فیہ عبارات پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر علامہ عبد العزیز نوری صاحب نے میری رہنمائی فرمائی۔ جس سے میں مطمئن ہو گیا ـــــ اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ دیوبندیوں کی تمام عبارات

کُفریہ غلط ہیں۔ میری جتنی بھی تصانیف ہیں میں نے ان کو منسوخ کر دیا۔ آج سے میری کسی تصنیف کو کوئی دیوبندی نہ چھاپے اور نہ اس کا حوالہ دے تمام کفریات اور اپنی سابقہ مطبوعہ کتب کو میں نے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے، اور عقیدہ حق سنّی بریلوی کو دِل و جان سے قبول کر کے علمائے حق کے مسلک بریلوی کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نورمجسم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاءِ کرام کے صدقے معاف فرما کر اپنی غلامی میں رکھے اور میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالعزیز نوری صاحب کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم پر قائم و دائم فرمائے آمین!

آئندہ کے لیے میں اپنے بیانات و پروگراموں میں دیوبندیوں کے عقائد کی بیخ کنی کروں گا تاکہ مسلمانوں کو حق و باطل کا پتہ چل سکے۔"

منجانب: (مولانا) سعید احمد قادری [۱]

خلوص کی بنیاد پر کئے گئے کام کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا ——

الحمد للہ فاضل بریلوی نے جس خلوص کے ساتھ گستاخانِ رسالت اور مکذبانِ بارگاہ الوہیت کا دل جمعی سے مقابلہ کیا اور مذہب مہذب اہل سنّت و جماعت کا دفاع کیا وہ آپ کے دَور میں آپ ہی کا حصّہ ہے ——

الحمد للہ! اللہ ربّ العزت نے اپنے فضل و کرم سے اہل باطل کے تمام تر مکر و فریب تحریف و خیانت پہ مبنی پروپیگنڈہ کے باوجود فاضل بریلوی کو سواد اعظم مسلک حقہ اہل سنّت و جماعت کے پیروکاروں کے درمیان

---

۱ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ اکتوبر ۱۹۹۲ء گوجرانوالہ پاکستان ص ۱۸ ؎

وہ قبولیتِ عامہ بخش دی ہے کہ عرب وعجم کے اکابر علمائے کرام آج بھی فاضل بریلوی کی ذات کو ہند و پاک میں سُنّیت کی پہچان اور بد مذہبوں کو پرکھنے کی کسوٹی سمجھتے ہیں۔ ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارۂ ناں نہیں

خاکپائے چشت
نوشاد عالم چشتی الجانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

نقیب اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات جہاں اہل سنت وجماعت کے ایک ایک فرد کے لیے باعث راحت وسکون اور سرور قلب وسینہ ہے۔ وہیں دشمنان اہل سنت بد مذہب اور اللہ جل جلالہٗ ورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کے لیے شمشیر برہنہ آپ سعی افہام وتفہیم کے بعد گستاخان خدا ورسول سے کسی قسم کی رور عایت کرنے کے قائل نہیں تھے اور یہی غیرت ایمانی کا تقاضہ ہے۔

آپ اپنی مشہور زمانہ تصنیف تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن میں رقم طراز ہیں:-

"غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے منہ بھر کر اللہ ورسول کو گالیاں دی ہیں۔ اب یہی وقت امتحانِ الٰہی ہے واحد قہار وجبار عزجلالہٗ سے ڈرو اور وہ آیتیں کہ جو اوپر گزریں پیش نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمہارا ایمان تمہارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا۔ ہرگز اللہ ورسول اللہ، جل وعلا، وصلی اللہ علیہ وسلم

کے مقابل تمہیں ان کی حمایت نہ کرنے دے گا۔ تم کو ان سے گھن آئے گی۔" [1]

آپ نے اپنی اکثر و بیشتر تصانیف کے ذریعہ اُن تمام افراد کے رُخ سے نقاب اُلٹنے کی سعیٔ بلیغ فرمائی ہے جو "اسلام، نماز، روزہ اور تقویٰ و تصوّف" کے پردے میں چھپے ہوئے تھے مگر اُن کا دامن اللہ و رسول کی جناب میں گستاخیت سے داغدار تھا یا جو چور دروازے سے مذہب مہذب مسلک اہل سنت و جماعت اور دین اسلام کو نقصان پہنچانے میں سرگرداں تھے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ احترامِ الوہیت اور عشقِ رسول کی پاسداری میں اس قدر اپنی زندگی اور ذات کو فنا کر چکے تھے کہ خدا جل جلالہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب میں گستاخی تو گستاخی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ لفظ کے استعمال میں "بے احتیاطی" بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ جب آپ کی خدمت میں اردو کے مشہور شاعر حضرت اطہر ہاپوڑی صاحب نے ایک نعت لکھ کر بھیجی جس کا مطلع (پہلا شعر) یوں تھا: ؎

"کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے دوسرا مصرعہ سن کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ دوسرا مصرعہ مقام نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اور آپ نے فوراً قلم برداشتہ اُس کی اصلاح یوں کر دی۔

"کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے" [2]

---

[1] تمہید ایمان از فاضل بریلوی اشاعتِ دوم ۱۹۹۰ء (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حقیقی معنوں میں دینِ اسلام سے وابستہ ایک ایک شخص فاضل بریلوی کی ذات پر جہاں ناز کرتا ہے۔ آپ کی وجودِ مسعود پر فخر کرتا ہے آپ کی تصانیف و مکتوبات کو حرزِ جان بناتا ہے اور آپ کے کردار و افکار کو اپنے لیے "مشعلِ راہ" بناتا ہے ـــــ وہیں دینِ اسلام و مسلک اہلِ سنّت و جماعت کے مخالفین آپ پر طرح طرح کے الزامات لگانے اور آپ کے خلاف بہتان بازی میں مشغول نظر آتے ہیں ـــــ "ان مخالفینِ اہلِ سنّت" کے اس قسم کے کئی "عملی مظاہروں" کا راقم خود چشم دید گواہ ہے۔" مثلاً ہمارے قصبہ کے ایک دوست جن کے راقم سے بڑے دیرینہ تعلقات ہیں اور جن کے والد صاحب جماعت مودودی کے بڑے سرگرم حامی تھے، کہنے لگے! بھائی نوشاد!! خان صاحب بریلوی نے تو دارالعلوم دیوبند سے ہی "ابتدائی تعلیم" حاصل کی تھی اور بعد میں اُنہیں "پاک بازنفوس" کے خلاف ہو گئے ـــــ میں نے جواباً کہا، جناب! آپ جیسا "سچ بولنے کا دعویٰ کرنے والا شخص بھی" اتنی کچی بات اپنے منہ سے نکال رہا ہے۔ آپ کو کچھ تو خوفِ خدا کرنا چاہیے۔ وہ کچھ خجالت سی محسوس کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کہا تو ایسا ہی جاتا ہے ہم نے تو اپنے بڑے بڑے علماء سے یہ بات سُنی ہے ـــــ میں نے کہا جناب! آپ کے عقیدت مند علماء تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں آپ کی یہ بات تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کے فرقے کے "پاکباز علمائے کرام" نے تو حضور علیہ السلام کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ناشر بزمِ فکر و عمل کراچی ص ۲۱ ـــــ

ے یادِ اعلیٰ حضرت از عبدالحکیم شرف قادری اشاعت اوّل ۱۹۸۴ء ناشر مجلس رضا واہ کینٹ ص ۳۵ :

متعلق بھی یہ دعوئی کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدرسہ دیوبند سے معاملہ کرنے کے بعد اردو آگئی ؟ (معاذ اللہ) بات چونکہ بلا دلیل نہیں ہونی چاہیے اس لیے مذکورہ حوالے کی پوری عبارت ہی نقل کر دیتا ہوں ملاحظہ کریں "دارالعلوم دیوبند" کی تقدس کو سادہ لوح عوام کے دلوں میں اجاگر کرنے کے لیے مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی لکھتے ہیں :۔

"ایک صالح، فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا ــــ آپ کو یہ "کلام" کہاں سے آگئی" (؟) ــــ آپ تو عربی ہیں ــــ فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسۂ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ــــ ہم کو یہ زبان آگئی ــــ سبحان اللہ اس سے رُتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا"۔[1]

مَیں نے حوالہ دیکھلاتے ہوئے اُن سے کہا جس مدرسہ کے "مولوی حضرات" اس بات کے مدعی ہوں کہ "رسولِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا اردو جاننا مدرسہ دیوبند سے معاملہ ہونے کی وجہ سے ہے وہ اگر پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے عاشق، وفادار اُمتی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے بارے میں اس قسم کے بہتان باندھنے اور "مکروہ پروپیگنڈا" کرنے میں "مصروف" ہوں تو کوئی جائے حیرت نہیں ہے، وہ رسول جو خاتم الانبیاء اور سیّد المرسلین ہیں اُنہیں وہ لوگ اردو پڑھا رہے ہیں جنہیں خود اس بات کی تمیز نہیں ہے کہ "کلام" اردو میں "مذکر" ہے یا "مونث"۔ اور اس پر دعوئی ہے کہ مدرسہ دیوبند سے معاملہ کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو آگئی۔ معاذ اللہ۔

---

[1] براہین قاطعہ از خلیل احمد۔ سن ندارد ناشر مدنی کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ پاکستان ص ۳۰ ۞

اس عبارت پہ مزید علمی گرفت اور عشقِ رسالت سے سرشار تنقید و تبصرہ کے لیے خطیب مشرق مدیر ماہنامہ پاسبان "مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف "خون کے آنسو" کا مطالعہ کریں میں تو صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔[۱]

وَعَلَّمَكَ مالم تكُن تعلم و كان فضل الله عليك عظيماً ۝

الف : اور تجھ کو سکھایا جو تُو نہ جان سکتا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے (موضع القرآن از شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ)

ب : اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پہ بڑا فضل ہے (کنز الایمان از فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

چونکہ ہمارے دوست محترم نے دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ اعلیٰ حضرت کے ابتدائی تعلیم کے حصول کے حوالے سے کیا تھا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس "کذب" کو بھی تاریخ کے پس منظر میں دیکھ لینا چاہیے۔ تمام سوانح نگار حضرات کے مطابق فاضل بریلوی کی تاریخ پیدائش ۱۰ شوال المعظم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہے۔ اور دیوبندی مدرسے کی بنیاد الہام اور خواب کی بناء پر کب ڈالی گئی اس کے بارے میں جناب احمد حسن جامی صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں :۔

"بنائے دارالعلوم۔" دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جو مسجد چھتہ کہلاتی ہے ایک انار کا درخت تھا اس درخت کے نیچے ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء سعید آب حیات کا یہ چشمہ پھوٹا۔[۲]

---

[۱] القرآن الحکیم سورۃ النسا آیہ ۱۱۳ [۲] دارالعلوم دیوبند نمبر۔ ماہنامہ الرشید لاہور شمارہ فروری مارچ ۱۹۷۶ء ص ۳۳۰ ؛

ایک صاحب اور لکھتے ہیں :-

یہ تعلیمی ادارہ ـــــ دیو بند (بھارت) کے مقام پر ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ ایک مسجد میں قائم ہوا۔[۱]

لطف کی بات یہ ہے کہ "فضلاء دیو بند" اس مدرسہ کے قیام کو "الہامی" قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل مذکورہ بالا ماہنامہ کے متعدد صفحات پر دیکھی جاسکتی ہے چونکہ یہ موضوع ہماری بحث سے اس وقت خارج ہے لہذا ہم اس پر مزید گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ سردست مجھے بتانا یہ مقصود ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی پیدائش ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہے اور مدرسہ دیوبند کے قیام کی تاریخ ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء ہے مطلب یہ کہ

قیام مدرسہ دیو بند	۳۰ – ۵ – ۱۸۶۷ء
ولادت اعلیٰ حضرت	۱۴ – ۶ – ۱۸۵۶ء
حاصل نتیجہ :-	۱۶ – ۹ – ۱۰

یعنی ۱۰ سال ۹ مہینے ۱۶ دن تک ۔۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے والدین نے اس "الہامی" مدرسے کے قیام کا انتظار کیا کہ جیسے ہی اس کی بنیاد پڑے فوراً اپنے لختِ جگر کو اس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیٹھا دیتے ہیں ـــــ ہے کوئی ایسا شخص "جس کی عقل سلامت ہو" وہ اس قسم کی بے سر و پا باتوں کو تسلیم کرلے میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت کی دنیا میں یقیناً ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا، مگر احمقوں کی جنت میں ضرور ایسے لوگ رہتے ہیں جو اس قسم کی نادر تحقیقات سے باشعور عوام الناس کے لیے تفریح طبع کا سامان مہیا کرتے ہیں ـــــ۔

---

[۱] ایضاً ص ۱۳۷ - ۳۵۸ - [۲] حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری۔ مولانا۔ سن ندارد۔ ناشر مکتبۂ رضویہ۔ کراچی ص ۱

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت محدث امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جس کی علمیت کا ڈنکا ہندوستان میں بجنے لگا تھا اور جس کی شہرت برصغیر میں چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ اس کا اعتراف نہ صرف اہل سنّت سے وابستہ افراد کرتے ہیں بلکہ دورِ حاضر میں مسلک اہل سنّت کے اشد ترین مخالف اور اعلیٰ حضرت کے سخت ترین دشمن مسٹر احسان الٰہی ظہیر کو بھی اپنی رسوائے زمانہ کتاب البریلویۃ میں بائیں الفاظ کرنا پڑا۔

ولد قائد هذه الطائفة وزعيمها ومؤسس هذا الحزب وبانيه في بيت علمي حيث كان أبوه نقي علي وجده رضا علي يعد ان من العلماء الاحناف* [1]

مخالفین کی اس عبارت سے اعلیٰ حضرت کے خاندانی پس منظر کا جو نقش لوحِ دل اور سطحِ ذہن پر اُبھرتا ہے اس کی روشنی میں کیا کوئی عاقل و محقق اس قسم کی مخالفین کی ذہنی اختراع کا شکار ہو سکتا ہے ہرگز نہیں —

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں کہ فقیر کا درس بحمدہٖ تعالیٰ تیرہ ۱۳ برس ۱۰ مہینے

---

[1] "البریلویت" عربی، احسان الٰہی ظہیر۔ طباعت۔ رابع۔ ناشر ادارہ ترجمان السنۃ لاہور ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۳۔

* ترجمہ: بریلویت کے مؤسس** و بانی راہنما علمی گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ (بریلویت اردو مترجم ثاقب طبع چہارم ۱۹۹۱ء لاہور ص ۲۶)

** نوٹ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کسی بھی فرقے کے بانی ہرگز ہرگز نہیں ہیں آپ پکے سُنّی حنفی قادری ہیں، بلکہ پروپیگنڈے کا ایک رُخ یہ بھی ہے تفصیل کے لیے تصنیف "اندھیرے سے اجالے تک" اور "شیشے کے گھر" مطبوعہ مجلس رضا اور رضا اکیڈمی لاہور کا مطالعہ کریں (نور شاد عالم چشتی)

چار دن کی عمر میں ختم ہوا۔ ؎¹

میں یہاں مخالفین اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی ذہنیت کو مختلف گوشوں اور زاویوں سے واضح کرنا چاہ رہا تھا یعنی ؎

"ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تیری جوانی تک"

میں ذکر کر رہا تھا اعلیٰحضرت کے مخالفین کا، مخالفت بھی کس بات پر کہ شیخ الاسلام والمسلمین مجدد الاُمۃ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قادری اپنے آقا کا وفادار اُمتی کیوں ہے؟ عشق رسالت کی بات کیوں کرتا ہے؟

● رب قدیر کی ذات کو تمام عیوب و نقائص سے مُبرّا کیوں مانتا ہے؟

● تمام کفار سے مطلقاً ترک موالات کا حامی کیوں ہے؟

دراصل اعلیٰحضرت کے مخالفین تو دل سے یہی چاہ رہے تھے کہ امام اہل سنت بھی ان تمام مذکورہ بالا مسائل میں وہی فکر و روش اختیار کریں جو مخالفین اہل سنت کا ہے

مگر ایسا نہیں ہو سکا امام اہل سنت اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے شان الوہیت اور عظمتِ رسالت پر اپنی ذات کو نچھاور کر دینا قبول تو کر لیا مگر اپنے اسلاف کے مسلک سے ذرا برابر ہٹنا گوارہ نہیں کیا اور آپ خود فرماتے ہیں کہ ؎

---

¹ حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی انڈیا بار دوم ۱۴۱۰ھ ص ۱۱۹ ؛

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے ! منکر تو مرے دل سے [1]

آپ نے جس محنت و لگن کے ساتھ شانِ الوہیت کے گستاخوں اور تنقیص رسالت کے مجرموں کا رد علمی اور تحقیقی انداز میں کیا مخالفین اسلام نے اُسی شدت کے ساتھ آپ کے خلاف طرح طرح کے "الزامات" اور "بہتان بازی" کی مہم بھی شروع کر دی اور یہ سلسلہ نہ صرف آپ کی حیات تک ہی چلتا رہا بلکہ یہ "کارِ خیر" آج بھی بڑے منظم انداز میں جاری و ساری ہے۔ اس طرح کے "کارِ خیر" میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے والوں میں جناب عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کا نام بھی سرِ فہرست ہے موصوف نہ جانے کس ذہن و طبیعت کے مالک تھے جو عالم کہلانے کے باوجود جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔" فاضل بریلوی کی ذات پر عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب نے کس طرح کے الزامات لگائے ہیں اسے جاننے سے قبل "بہتر یہ ہے" ان کا پہلے کچھ تعارف ہو جائے۔

" عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب جناب ابوالکلام آزاد صاحب کے دست راست تھے۔ ملیح آبادی صاحب آزاد صاحب کے ساتھ جیل میں بھی رہے ہیں بلکہ "آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" نامی کتاب کو معرض وجود میں لانے کے محرک اور اس کو لکھنے کا شرف ملیح آبادی ہی کی ذات کو حاصل ہے [2]۔ ملیح آبادی صاحب آزاد صاحب کی بارگاہ میں کس قدر مقبول تھے اس کا اندازہ آزاد صاحب کے ایک عقیدت مند کی ذیل کی عبارت سے لگائیں۔

"کمیونزم کو اسلام دشمن قرار دینے والوں کی صفوں میں مولانا کا شمار کسی وقت ہوا ہو گا لیکن ـــــ ۱۸ ـــــ ۱۹۱۶ء کے درمیان البلال (دَورِ دوم) میں کمیونسٹ مینی فسٹو نے (مارکس و اینگلز) پہلی بار اردو

---

۱ حدائقِ بخشش ـــ دیوان فاضل بریلوی سنّی مدار ناشر مدینہ پبلی شنگ کمپنی کراچی ص ۶۴ حصہ اوّل

۲ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی ناشر مکتبۂ خلیل اُردو بازار لاہور صفحہ ۱۸ ؛

کے الفاظ دیکھے ـــــــ اور ہندوستانی زبانوں میں دوسری بار مولانا نے نہ صرف اسے گوارا کیا بلکہ ان کے داتیں باتیں باز و پردو "اہل قلم اور "معتمد نیاز مند تھے ـــــــ" دونوں کیمونسٹ "خیال کے" قاضی عبد الغفار" اور "مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی"۔ [۱]

ملیح آبادی صاحب آزاد صاحب کی بارگاہ میں کتنے "نیاز مند" تھے قارئین اُسے اس حوالے کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

"مولانا آزاد نے صحافت کے میدان میں قدم رکھنے کی دو اور کوششیں کیں۔ ایک ۱۹۲۱ء میں جب انہوں نے (۲۳ ستمبر) کو ہفتہ وار پیغام جاری کیا اور دوسری جب ۱۹۲۷ء میں (۱۰ جون کو) انہوں نے الہلال کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا۔ دونوں کوششوں میں دشواری یہ حائل ہوئی کہ اب مولانا آزاد کے پاس صحافت کے لیے وقت نہیں رہ گیا تھا۔ وہ سیاست کے لیے وقف ہو چکے تھے انہوں نے ان پرچوں کا انتظام اپنے دوست مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کے سپرد کر دیا۔ پیغام کے ذریعہ عدم تعاون اور خلافت تحریک کے خیالات کی اشاعت ہوئی ـــــــ اس پرچے میں اسلام کے بنیادی اصول پیش تو کیے گئے مگر اصلی توجہ سیاست حاضرہ پر تھی۔ الہلال بھی مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کی ادارت میں شائع ہوا"۔ [۲]

حقیقتِ حال سے پوری طرح باخبر ہونے کے بعد اب آپ ملیح آبادی صاحب کی کہانی آزاد صاحب کی زبانی سنئے تاکہ آپ حضرات کو جناب کا تعارف زندگی حاصل ہو جائے۔ آزاد صاحب لکھتے ہیں :-

---

[۱] ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت مرتبہ رشید الدین خان طباعت اوّل اکتوبر دسمبر ۱۹۸۹ء ناشر ترقی اردو بیورو نئی دہلی ص ۹۳ [۲] ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت ناشر ترقی اردو بیورو نئی دہلی ص ۲۷۳ ؎

"مولوی عبدالرزاق صاحب کا وطن ملیح آباد (لکھنؤ) ہے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ (مصر) چلے گئے اور مدرسۂ دعوۃ وارشاد میں داخل ہو گئے جسے شیخ سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار نے جاری کیا تھا ــــ تقریباً تین سال تک وہاں علوم ادبیہ اور تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور خود وہاں کے مصری طلباء پر اپنی ذوق علم اور طلب صادق سے بدرجہا فوقیت لے گئے ــــ مصر سے قسطنطنیہ گئے اور وہاں بھی مدت تک رہے ــــ پھر ۱۹۱۸ء میں ہندوستان واپس آئے اور اُس وقت سے اب تک برابر علمی و قومی خدمات میں مشغول رہے ــــ

چند سطر بعد ــــ

دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے اور میں ان میں بہترین قابلیت علم وعمل نمایاں پائی ــــ ملک کے ان مخصوص اہلِ علم نوجوانوں میں ہیں جن کی غیر معمولی قابلیتوں سے بہترین اُمیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے خدمتِ حق و دعوت کی راہ میں مجھ سے جو رشتۂ رقابت و اخوّت جوڑا تھا وہ روز بروز قوی ہوتا گیا۔ اور ایک سچے رفیق اور بھائی کی طرح اُن کی صداقت میرے دل کو جذب کرتی رہی۔ پچھلے دنوں جب مدرسہ جامع مسجد عربی کا افتتاح ہوا تو میں نے اُنہیں کلکتہ بُلا لیا اور اُنھیں کی محنت و سعی سے مدرسہ قائم ہوا۔"[۱]

ملیح آبادی صاحب سے قوم کو کیا ملا اور انہوں نے قوم کو کیا دیا اس پر میں کوئی تنقید و تبصرہ نہیں کرنا چاہتا جو کچھ ہوا اُسے چشم فلک

[۱] ہفتہ وار پیغام ۲ دسمبر ۱۹۲۱ء زیر نگرانی مولانا ابوالکلام آزاد۔ مؤلف ابوسلیمان شاہجہان پوری ناشر ادارۂ تصنیف وتحقیق پاکستان کراچی سن ندارد ص ۵۔

نے بھی دیکھ لیا اور برصغیر کے مسلمان عوام نے بھی تاریخ کے چہرے پرسے نقاب آنے والے وقت نے اُلٹ دیا ہے اور کون حق پہ تھا اس کا فیصلہ بھی ہو چکا۔ الحمدللہ! اب حق آفتاب سے زیادہ روشن ہے ؂

بے نشانوں کے نشاں مٹتے نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

(تعارف امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

بہر حال اب ہم جناب عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کا "ذکرِ خیر" اعلیٰ حضرت کی ذات پر اُس الزام تراشی کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے میں نے آپ کی توجہ ادھر ملتفت کرائی ہے۔ ملیح آبادی صاحب کو آزاد صاحب کی حمایت میں شیخ الاسلام مجدد دین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا تحریک خلافت اور ترک موالات کی شرعی حیثیت پہ ابوالکلام آزاد سے اختلاف ہوا اور اعلیٰ حضرت نے آزاد صاحب کی تفسیر بالرائے پر علمی گرفت قرآن و حدیث نیز اقوال سلف صالحین کی روشنی میں فرمائی تو یہ حضرات بجائے اس کے رجوع الی الحق کرتے ذاتی بغض عناد اور الزام تراشی پر اُتر آئے چونکہ ملیح آبادی صاحب آزاد صاحب کے "معتمد خاص" تھے اس لیے یہ اپنے ممدوح کی حمایت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ایسے ایسے الزامات لگائے کہ خدا کی پناہ! جن کو پڑھنے یا سننے کے تصور سے ہی ایک مومن کا دل جو خدا و رسول کی ذات پر ـــــ قیامت اور جزا و سزا کے عقیدے میں یقین و ایمان رکھتا ہو کانپ اُٹھتا ہے۔

آپ بھی بوجھل دل سے جناب کی کرم فرمائیوں کی "فہرست" سے چند "مثال" ملاحظہ کرلیں تاکہ عالی جناب کی "ذہنیت" کا ٹھیک ٹھیک اندازہ اندازہ لگا سکیں۔ نیز آپ یہ بھی معلوم کرسکیں کہ امام اہلِ سنّت کا اپنے زمانے میں کیسے کیسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا اور آپ نے کتنے پُرفتن ماحول میں تجدید احیائے دین کا کام کیا۔ اللہ اکبر! یہ بڑے ہی دل گردے کی بات ہے کہ کوئی احقاقِ حق کے لیے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی پرواہ کیے بغیر باطل کے سامنے ڈٹ جائے۔ ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

میں آپ کے سامنے ملیح آبادی صاحب کی تحریروں سے چند "الزامات" نقل کررہا ہوں اور پھر بعد میں اُسی ترتیب کے ساتھ حقائق کی روشنی میں بھرپور ناقدانہ نظر ڈالیں گے اور محققین حضرات کی آراء سے بھی مستفید ہوں گے۔

① الزام نمبر ۱

جناب ملیح آبادی صاحب اپنی مرتب کردہ تصنیف "آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" میں آزاد صاحب کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں۔

"غالباً ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی اُن سے یعنی آزاد کے والد محترم حجۃ الخلف بقیۃ السلف شیخ العرب والعجم علامہ سیدی حضرت مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ سے) ملنے کے لیے کلکتہ آئے جن سے ان کے برابر کے تعلقات رہے تھے اور بارہا ہم لوگوں سے کہا تھا کہ یہ شخص بلا شبہ صحیح الاعتقاد ہے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے ساتھ بعض اپنی تصانیف لائے اور چونکہ شیخ احمد دحلان والد کے خاص دوست تھے۔ اس لیے انھوں نے خاص طور پر اپنا ایک رسالہ دیا جو اُن کے رَدّ

یں لکھا تھا اور اس میں "عدم ایمان ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان ابو طالب پر زور دیا تھا۔" چنانچہ اس پر کچھ دیر تک والد نے اُن کا ایسا تعاقب کیا کہ آخر وہ ہکا بکا رہ گئے اور خاموش چلے گئے۔ جانے کے بعد ہم سے کہا کہ اس شخص کے عقیدے میں بھی فتور ہے۔

البتہ علمائے حال میں مولانا عبدالقادر بدایونی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعریف کرتے اور ان کی حنفیت پر معترض نہ تھے"۔[۱]

ملیح آبادی صاحب نے اپنی اس چھوٹی سی عبارت میں ایک ہی سانس میں تین بہتان باندھے ہیں۔

الف: فاضل بریلوی نے شیخ المشائخ، مفتی حرم سیدی شیخ احمد علیہ الرحمۃ کے خلاف ایک رسالہ لکھا۔

ب: اُس میں رسول رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی نفی کی (معاذ اللہ۔)

ج: ایمان ابو طالب پر زور دیا (یعنی مسلمان جانا)

② الزام نمبر ۲

ملیح آبادی صاحب ذکر آزاد میں "ارشاد" فرماتے ہیں: —

"بریلی امام احمد رضا خان کا گڑھ تھا۔ اور وہ وہاں کے گویا بے تاج بادشاہ تھے انہیں کا حکم چلتا تھا —— اور وہ خلافت تحریک اور ہر اُس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو۔[۲]

---

[۱] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی از عبدالرزاق ملیح آبادی ناشر مکتبہ خلیل راجپوت مارکیٹ لاہور ص ۱۳۶ [۲] ذکر آزاد از عبدالرزاق ملیح آبادی طبع اوّل ۱۹۶۰ء ناشر دفتر آزاد ھند ساگر دت کلکتہ ص ۲۰؎

③ **الزام نمبر ۳** | اسی سلسلے کو مزید دراز کرتے ہوئے کہتے ہیں۔
"یاد رہے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل والولہب سے بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔[1]

یعنی معاذ اللہ پوری دنیا آزاد اور ملیح آبادی صاحبان جیسے ڈھائی نفر پر مشتمل تھی طبیعت تو یہ چاہتی ہے کہ جناب کے اس "قول حسن" پر کوئی "تمغہ" سے انہیں یقیناً نوازا جائے۔ بہرحال ہم معاملہ اللہ جل جلالہٗ پر چھوڑ دیتے ہیں ــــــ ...

ملیح آبادی صاحب کے ان اقوالِ زرّیں کو اگر نگاہوں پر بوجھ محسوس نہ کریں تو ایک بار پھر چشمِ حیرت میں ڈوب کر پڑھ جائیے۔ میں یہاں پر انکی بہتان بازی کی اس طویل ترین سلسلے کو مختصر کرتے ہوئے حقائق کی روشنی میں نقد و نظر کی دُنیا میں لے چلنا چاہتا ہوں اس اُمید کے ساتھ کہ آپ نہ صرف ذہنی طور پر تیار رہوں نگے بلکہ قبولِ حق کے لیے اپنے دل کے دریچے بھی کھول دیئے ہوں گے۔ ؎

بپا قصرِ باطل میں پھر زلزلہ ہو
میں پھر وہ بلالی اذاں ڈھونڈتا ہوں
سرِ جس پہ مقتل میں لہرایا تھا وہ
سرِ حشر میں وہ سناں ڈھونڈتا ہوں

جواب: الزام نمبر ۱ | ترتیب کے اعتبار سے ہم ایک ایک الزام کو تجزیہ کے عمل سے گزار کر

[1] ذکرِ آزاد از عبدالرزاق ملیح آبادی طبع اوّل کلکتہ ۱۹۶۰ء ۔ ناشر دفتر آزاد ہند ساگر دت لین کلکتہ ص ۲۱ ؎

حقیقت کی تہہ تک پہنچیں گے مثلاً الزام نمبر ا میں ملیح آبادی صاحب کی یہ روایت جو آزاد صاحب سے منقول ہے وہ اہل علم اور محققین کے نزدیک کئی وجوہ سے مشکوک ہیں یعنی عقلاً اور روایت و درایت کے اعتبار سے مفہوماً بھی۔ جیساکہ وہ لکھتے ہیں۔

"غالباً ۱۹۰۱ء کی بات ہے۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی اُن سے (یعنی آزاد کے والد رحمۃ اللہ علیہ سے) ملنے کے لیے کلکتہ آئے جن سے اُن کے برابر کے تعلقات تھے ——— لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے ساتھ بعض اپنی تصانیف لائے اور چونکہ شیخ احمد دحلان والد کے خاص دوست تھے اس لیے انہوں نے خاص طور پر اپنا ایک رسالہ دیا جو اُن کے رَدّ میں لکھا۔" (حوالہ مذکور)

یہ الزام کہ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شیخ العرب والعجم مفتی اعظم قاطع شرک و بدعت فاتح وہابیت محسن اہل سنّت علامہ مولانا سیدی شیخ احمد دحلان علیہ الرحمۃ الرضوان کے خلاف یا ان کے رَدّ میں کوئی رسالہ لکھا یہ صریح کذب وجھوٹ پر مبنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پہلی بار حج کرنے اپنے والد علیہ الرحمۃ کے ساتھ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تو وہاں کے اکابر علماء یعنی شیخ الاسلام حضرت علامہ سید احمد دحلان مفتی شافعی علیہ الرحمۃ سے اور حضرت علامہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث فقہ، اصول، فقہ، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ [1]

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند تالیف مولوی رحمان علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ مرتب و مترجم محمد ایوب قادری، شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ جس سے سند حاصل کرتے ہیں اُسی کے ردّ میں ۱۹۰۱ء کے اوائل میں کتاب لکھ کر اپنے اُستاد کے سلسلے کو مشکوک کر لیں اور حضرت مولانا خیر الدّین رحمۃ اللہ علیہ جن سے بقول آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے دیرینہ تعلقات تھے ان سے تعلقات خراب کر لیں چند شواہد کی روشنی میں عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔

اوّل: ملیح آبادی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس رسالے میں ایمان ابو طالب پر زور دیا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں یعنی سند حاصل کرنے سے ایک سال پہلے ہی ایک رسالہ بنام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب لکھا تھا۔ جس میں آپ نے بڑے واضح دلائل سے ثابت کیا تھا کہ ابو طالب نے کفر پر وفات پائی۔ [۱]

ثانیاً:۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ سیدی جناب احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ کا انتقال تو ۱۹۰۱ء سے پہلے ہو چکا تھا حوالہ ملاحظہ کریں ــــ۔

"الف هذا الكتاب الدرر السنية في الرد على الوهابيه العالم الاسلامي الجليل احمد بن زيني دحلان مفتي الشافعي بمكة المكرمة۔ وتوفي رحمة

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سوسائٹی کراچی صفحہ ۹۸ ایضاً امام احمد رضا اور عالم اسلام از ڈاکٹر محمد مسعود احمد اشاعت اوّل ۱۹۸۳ء ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] فقیہ اسلام (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی ناشر ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ص ۲۰۳ ؎

اللہ فیھا سنۃ ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء۔"

ترجمہ :۔ یہ کتاب الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ عالم کبیر شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سیدی احمد بن زینی دحلان کی تصنیف ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ کا وصال سنہ ۱۳۰۴ھ یعنی ۱۸۸۶ء میں ہوا۔[1]

ایک طرف تو ۱۸۷۸ء میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث کی سند حاصل کر چکے ہیں اور دوسری طرف حضرت شیخ ۱۸۸۶ء میں وصال فرما چکے ہیں اب اعلیٰحضرت کو کیا پڑی ہے کہ ان کا ردّ سنہ ۱۳۱۰ھ / ۱۹۰۱ء کے لگ بھگ میں کریں یہ صرف ملیح آبادی صاحب کی اپنی ذہنی اختراع ہے جس میں حقیقت کی کوئی رمق نہیں پائی جا رہی ہے۔

---

[1] الدرر السنیۃ از شیخ الاسلام احمد بن زینی دحلان اشاعت ۱۹۸۶ء مطبوعہ حقیقت کتبوی استانبول ٹائیٹل پیج۔

---

*نوٹ :۔ مسعود ملت مدظلہٗ العالی کی تصنیف حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی کے صہ ۹۴ پر اور حیات امام اہل سنت کے صہ ۳ پر شیخ دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سنہ وصال میں سہو کتابت ہے بیگ صاحب علیہ الرحمۃ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء میں بقید حیات تھے۔ حوالہ کے لیے رجوع کریں مجموعہ رسائل رد مرزائیت صفحہ ۱۷۱ اور اسی طرح جناب علامہ اختر شاہجہانپوری مدظلہٗ العالی صاحب کے مرتب کردہ رسائل رضویہ جلد دوم صفحہ ۲۷ پر بھی شیخ دحلان علیہ الرحمۃ کا سنہ وصال میں سہو کتابت ہے۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں صحیح ہو جائے گا۔ (نوشاد عالم چشتی)

افسوس کہ حضرت علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمۃ ۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء دن ساڑھے گیارہ بجے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

ثالثاً:- شیخ الاسلام حضرت علامہ سیدی احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر اعلیٰ حضرت اپنی تصنیف لطیف میں کس والہانہ انداز میں کرتے ہیں اسے پڑھ کر آپ ذرا اس کا لطف اُٹھائیے (واضح ہو کہ اس کتاب کی سن تصنیف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء ہے)

(۱) ''اور مثلاً میں امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء محدث پختہ رائے والے فقیہ مولا سید احمد بن زین بن دحلان المکی (قدس سرہ الملکی) سے راوی ہوں ـــــ وہ شیخ عثمان الدمیاطی وغیرہ سے جو عطائے کثیر والوں پر فوقیت رکھتے ہیں''۔[۱]

(۲) ''امن والے شہر مکّہ مکرمہ کے شیخ العلماء امام محدث فقیہ امانت دار سیدنا المولوی سید احمد بن زین دحلان المکی (قدس سرہٗ الملکی) وہ حضرت عثمان دمیاطی کی طرف سے مجاز ہیں''۔[۲]

(۳) ''فاضل جلیل کامل عقلمند شجرۂ فضیلت و عظمت کی شاخ صاحب علم و عرفان مولانا السید عبداللہ دحلان نے جو علامہ کبیر امام شہیر ''ہمارے آقا۔ ''ہمارے شیخ'' السید احمد بن زین دحلان کے برادر زادہ ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں رحمت و رضا میں چھپائے)''۔[۳]

اعلیٰ حضرت کی ان تحریرات کی روشنی میں کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ فاضل بریلوی نے شیخ الاسلام سیدی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کے رَدّ میں کوئی کتاب تصنیف کی ہو گی ہرگز نہیں جبکہ اعلیٰ حضرت ان کو خود اپنے قلم سے ـــــ پختہ رائے والے

[۱] الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ از اعلیحضرت مشمول رسائل رضویہ جلد دوئم مرتبہ علامہ عبدالحکیم اختر رحمۃ اللہ علیہ اشاعت اوّل ۱۹۷۶ء ص ۳۰۵

[۲] ایضاً ص ۲۷۱ [۳] ایضاً ص ۲۳۱

فقیہ۔ امانت دار۔ امام شہیر۔ ہمارے آقا۔ ہمارے شیخ جیسے القابات تحریر فرمارہے ہیں۔ پھر وہ کس طرح ان کا رد کرسکتے ہیں اور ملیح آبادی صاحب کا پھر یہ کہنا کہ اعلیٰحضرت نے اپنے رسائل میں ابوطالب کے ایمان پر زور دیا تھا قطعی صحیح نہیں جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ مفتی العالم اسلام سیدی شیخ دحلان رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں سند حدیث پاک کی اجازت لینے سے ایک سال پہلے ہی اپنی تصنیف بنام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب معرض وجود میں لاچکے تھے اور آپ کی دوسری تصنیف اسی مسئلہ پر بنام شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ہے جس کی سنہ تصنیف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء ہے وہ شیخ علیہ الرحمۃ کے انتقال پُرملال کے ٹھیک ۱۲ سال کے بعد لکھا ہے جس کا دوسرا نام "اسلام ابی طالب" بھی ہے۔ آپ حضرات اس کتاب کے کچھ اقتباسات ملاحظہ کریں تاکہ آپ کو جناب ابوطالب صاحب کے "ایمان" کے بارے میں اعلیٰحضرت کا نقطۂ نظر واضح ہوجائے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ مخالفینِ اعلیٰحضرت کو کسی کروٹ بھی چین نہیں ہے وہ لوگ تو آپ کی ذات پر بہتان بازی اور الزام تراشی کے لیے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اعلیٰحضرت ایمان ابوطالب کے قائل ہوجاتے تو "خارجی ذہنیت کے لوگ آپ پر شیعت کا الزام لگانے سے بھی گریز نہ کرتے اور عدم ایمان ابوطالب کے قائل ہونے کے باوجود بھی آپ کے مخالفین آپ کو اہلِ سنت وجماعت سے ہی خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں*۔ آپ سے مندرجہ ذیل مسئلہ پر استفتاء کیا گیا۔

* ملاحظہ کریں احسان الٰہی ظہیر کی رسوائے زمانہ کتاب "البریلویت"۔

"مسئلہ از بدایوں ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء بعبارت سوال ثانیاً بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلہ جما لپور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء۔"

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابو طالب کو کافر اور ابولہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ انھوں نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت ونصرت وحمایت ومحبت بدرجۂ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے ان کے لیے استغفار فرمائی اور جامع الاصول میں ہے کہ اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے ـــــــ شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا "کم ازان نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و حرف نگیدارند" ـــــــ اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیت نامہ ان کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً ان کے سلام پر شاہد ان دونوں میں کون حق پر ہے اور ابو طالب کو مثل ابولہب وابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث صحیح وارد ہوئی یا نہیں بر تقدیر ثانی انھیں ضامن وکفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں یا مثل کفار سمجھیں۔ بینوا بسند الکتاب توجروا من الملک الوھاب بیوم القیمۃ والحساب۔"[1]

---

[1] اسلام ابی طالب از اعلیٰ حضرت قادری فاضل بریلوی بار دوم اکتوبر ۱۹۸۷ء ناشر مُصلح الدین پبلی کیشنز کراچی ص ۶، رسائل رضویہ جلد دوم مرتبہ علامہ اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ لاہور ص ۳۰۸۔

آپ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :-

"پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب رکھا اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسب حالت راہنہ و فرصت حاضرہ شرح و لبسط کافی کو کام میں لایا اور اُسے اجمال اوّل کی شرح بنایا نیز شرح مطالب و تسکین طالب میں بحمد اللہ تعالیٰ حافل و کامل پایا۔ لہٰذا شرح المطالب فی بحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء) اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام۔[۱]

کتاب سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

"اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابو طالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کر دیا اور ابو جہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لیے استغفار کروں گا۔ مولیٰ سبحانہ تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اُتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لیے استغفار سے منع کیا۔"[۲]

عدم ایمان ابوطالب پہ ایک باریک نکتے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ــــ

---

[۱] اسلام ابی طالب از اعلیٰ حضرت۔ ناشر مصلح الدین پبلی کیشنز کراچی بار دوم اکتوبر ۱۹۸۷ء ص ۷۲ رسائل رضویہ مرتبہ علامہ اختر شاہجہان پوری لاہور ص ۲۷۴ ۔ جلد ۲

[۲] اسلام ابی طالب از اعلیٰ حضرت بار دوم کراچی ص ۱۲ ؛

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کی مہر و محبت مشہور ہے اور تعظیم و معرفتِ نبوت معلوم مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی اور کتاب الامتاع میں فرمایا: ابو طالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی اُن کی پناہ پر تعدی نہ کر سکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں اُن کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے ـــــ خود ایک شعر میں کہا ہے خدا کی قسم! تمام قریش اکٹھے ہو جائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں ـــــ تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک اُن کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی ـــــ آخر اُن کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔"

نیز فرماتے ہیں کہ

"میں کہتا ہوں اقترب انتقال تک اسلام نہ لانے کی یہ حکمت ہو سکتی ہے مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول شاید اس میں ـــــ

اولاً: یہ نکتہ ہو اگر اسلام لا کر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا اپنے چچا کو مسلمان تو کر لیا تھا مگر پناہ و ذمہ رکھنے کے لیے ظاہر نہ ہونے دیا۔ جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروا دیا۔

ثانیاً: اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتہ حدیث ان ابی و اباك دیتی ہے اوّل ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثاً: مسلمانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب

جب خدا کے خلاف ہوں ان سے برأت کریں، مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خدا نے اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعاً: عمل میں اخلاص للہ، خوف و انقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھول بیٹھنے پر ترہیب۔ جب ابوطالب کو ایسی نسبت قربیہ باآں کار ہائے عجیبہ بوجہ نا منقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔ إلیٰ غیر ذالك مما الله و رسوله به اعلم جل جلاله وصلى الله تعالیٰ علیه وسلم۔[1]

اس طویل ترین اقتباسات کو پڑھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے اعلیٰ حضرت ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء کے پہلے سے ہی عدم ایمان ابوطالب کے قائل تھے۔ ہاں جناب ابوطالب صاحب کو مثل ابوجہل و ابولہب نہیں مانتے تھے جس کی تصریح انہوں نے یوں کی ہے :۔

"ہاں ابولہب و ابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے ابوطالب کی عمر خدمت و کفالت، و نصرت و حمایت حضرت رسالت علیہ و علیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ در پردہ و علانیہ درپے ایذا و اضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح و ستائش ہو اور کہاں وہ شقی جس کا ورد دم و نکوہش ہو۔ ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے معروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود و متمرد و عدو و معاند ہمہ تن کسر بیضۂ اسلام میں شغوف

؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

---

[1] اسلام ابی طالب از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۴۵ - ۴۶۔
رسائل رضویہ مرتبہ علامہ اختر شاہجہانپوری لاہور ص ۴۴۷ - ۴۴۸ ؛ جلد ۲

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابو طالب پر تمام کفار سے کم عذاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے ابو طالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ لهم من فوقهم ظلل من النار و من تحتهم ظلل۔ اُن کے اوپر آگ کی تہیں ہیں اور ان کے نیچے آگ کی تہیں لهم من جهنم مهاد و من فوقهم غواش نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف سراپا آگ ہر طرف سے آگ والعیاذ باللہ رب العٰلمین بلکہ دونوں کا ثبوت کفر بھی ایک سا نہیں ـــــ ابو طالب کے باب میں اگرچہ قول حق و صواب وہی کفر و عذاب اور اس کے خلاف شاذ و مردود باطل و مطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ "خلاف پر تکفیر" کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر و ابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر۔ تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں ہر جگہ فرق زمین و آسمان پھر مماثلت کہاں۔ نسأل اللہ سوی الصراط ونعوذ باللہ من التفریط والافراط۔" [1]

اصل حقیقت:۔ مندرجہ بالا ان تمام حوالہ جات کے واضح و روشن دیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ شروع سے ہی اعلیٰحضرت کا جناب ابو طالب صاحب کے بارے میں "عدم ایمان" کا نقطہ نظر تھا۔

اب ملیح آبادی صاحب کا یہ فرمان ذیشان کہ "اعلیٰ حضرت نے ایمان ابو طالب پر زور دیا تھا" اہلِ علم اور محققین کے نزدیک کیا حیثیت و وقعت رہ جاتی

---

[1] اسلام ابی طالب از اعلیٰ حضرت بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۶۵-۶۶۔
رسائل رضویہ مرتبہ علامہ اختر شاہجہانپوری ص ۴۶۷-۴۶۸ ÷ جلد ۲

ہے۔ اپنے شعور کی روشنی میں خود فیصلہ کرلیں کیونکہ ؎
"ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی"
ایمان ابوطالب کا مسئلہ سلف و خلف کے تمامی اکابر علمائے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کے نزدیک نہ ضروریاتِ دین سے ہے نہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے۔ لیکن اس کے برعکس روافض (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ عدل فرمائے) کے نزدیک یہ مسئلہ ان کے خودساختہ دین کے ضروریات میں داخل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روافض خلفائے ثلاثہ رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے ذات پر خلیفۂ اربعہ مولائے کائنات مشکل کشا امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بلافصل افضلیت ثابت کرنے کے لیے اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جس کے لیے قرآن کی آیت میں تحریف اور تفسیر بالرائے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جھوٹی احادیث گھڑنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے یہ تو مسلّم ہے کہ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک اپنی جزوی فضیلت کے اعتبار سے ہر ایک سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ مگر مسلک حقہ کے اجماع کے مطابق افضلیت کی وہی ترتیب صحیح ہے جو وصال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قدرت الٰہی سے منشہ شہود پر ظہور میں آئی۔ اہل سنت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کے قائل اور دل سے معترف صرف اس لیے نہیں ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں بلکہ آپ کی فضیلت کا اعتراف تو اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نبئ رحمت کی گود میں پل کر جوان ہوئے اُن کی تربیت کے سائے میں اپنی زندگی گزار دی۔ ہادئ اکرم کی تصدیق اُس وقت کی جب اکثر لوگ آپ کے دشمن تھے۔ ہجرت کی رات بسترِ رسول کے امین آپ کی ذات تھی ——— نبی اکرم کی

ایک لخت جگر آپ سے منسوب ہیں ـــــــ حسنین کریمین کے والد ہونے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ فاتح خیبر کا لقب آپ کے لیے ہے، اور سنتِ ابراہیمی کی حقیقی حیثیت کو عملی جامعہ پہنانے کے لیے آپ کے نورِ نظر کا انتخاب کیا گیا۔ جس کی ذاتی فضیلتیں ایسی ہوں اُس کو کسی خارجی سہارے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

علمائے اہلِ سنت "ایمان ابو طالب" کے مسئلہ کو ضروریاتِ دین ہی سے شمار نہیں کرتے لیکن اس کے برعکس اس معاملے میں روافض نے اتنا غلو کیا ہے اس قدر "جھوٹی روایتیں"، اور "حدیثیں" گھڑی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ اہلِ سنت کے اکثر محققین علماء کی اکثریت عدم ایمان ابو طالب کی قائل ہے۔ کچھ نے یہ مسئلہ ضروریاتِ دین، و ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت سے نہ ہونے کی وجہ سے سکوت برتا اور خال خال علماءِ عظام نے جناب ابوطالب صاحب کی رسول اکرم کی حمایت، محبت اور آپ کی شان میں شاندار مدحیہ نعتیہ اشعار کہنے کے پیشِ نظر آخری وقت میں ایمان لانے کے قائل بھی ہوئے ہیں۔ انہیں عوامل کے پیشِ نظر شیخ الاسلام مفتی عالم اسلام حضرت علامہ مولانا سیدی الشیخ احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب بنام "اسنی المطالب"، لکھی جس میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب ابو طالب صاحب کے آخری وقت میں ایمان قبول کرنے کا اثبات کیا ہے۔ یہ کتاب چونکہ اس وقت میرے پیشِ نظر نہیں۔ ورنہ میں آپ کے سامنے اس کتاب سے بھی چند اقتباسات پیش کرتا ـــــــ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ پر اپنا رسالہ ظاہر ہے کہ اپنے وصال ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء سے قبل ہی لکھا ہوگا اور اعلیٰ حضرت سے اُن کی پہلی ملاقات مکتبہ المکرمہ میں ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۸ء، جب پہلی بار حج کرنے گئے تو ہوئی اور اُسی وقت اُن سے تعارف بھی

ہوا جبکہ اعلیٰحضرت "عدم ایمان ابو طالب" کے "جواز" میں ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ہی ایک رسالہ لکھ چکے تھے لہٰذا ملیح آبادی صاحب کا یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے رَدّ میں رسالہ لکھا بات سمجھ میں نہیں آتی یہ واضح طور پر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات پر بہتان بازی ہے اور رہ گئی بات دوسرے رسالے کی جو آپ نے شیخ علیہ الرحمۃ کے وصال کے بارہ سال بعد لکھا ہے وہ ایک استفتاء کا جواب ہے نہ کہ کسی کا ردّ ـــــ پوری کتاب پڑھ جائیے آپ کہیں اس میں شیخ علیہ الرحمۃ کے نام کا حوالہ پائیں گے اور نہ ان کی ذات کی طرف ادنیٰ سا اشارہ ہی ـــــ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا آپ خود مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔

اس ضمن میں مَیں ایک بات اور عرض کرنا چاہوں گا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اعلیٰحضرت کے استاذوں میں شامل ہیں اور شاگرد کا اپنے استاذ مکرم سے علمی انداز میں احترام کے دائرے میں رہ کر اختلاف کرنے کو اہلِ علم کے یہاں "ردّ" سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ جس کی واضح مثال امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے آپ کے شاگردان رشید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا "اختلاف" ہے جسے دُنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا نقاد رَدّ سے تعبیر نہیں کر سکتا اور جبکہ یہ مسئلہ خود امام اہل سنّت کے نزدیک کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں :۔

"ابو طالب کے باب میں اگرچہ قول وثواب وہی کفر و عذاب اس کا خلاف شاذ و مردود و باطل و مطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو۔" (حوالہ مذکور)

اعلیٰحضرت اپنی تصنیف اسلام ابی طالب میں اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :۔

"پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب ۱۲۹۴ھ رکھا۔ اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضہ فرمایا"۔ (حوالہ مذکور)

آپ نے اپنی فہم و سمجھ کی بنیاد پر اپنی تصنیف میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر دیا اور اس معاملے میں آپ سے اختلاف رکھنے والے حضرات کے بارے میں ——— سختی سے منع بھی فرمایا کہ ان لوگوں کی تکفیر ہرگز ہرگز نہیں کی جا سکتی جیساکہ حوالے میں عبارت گزر چکی ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت کی اس تصنیف کو شیخ علیہ الرحمۃ کے ردّ میں لکھنا تو کسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت مفتی عالم اسلام شیخ علیہ الرحمۃ کی ذات ایمان ابو طالب کی قائل تھی اور اعلیٰ حضرت عدم ایمان ابو طالب کے قائل تھے۔ مگر قربان جائیے خرد بُرد کے اس خوبصورت دست تصرف پر جو ملیح آبادی صاحب کے ذریعے انجام پائی۔ ع :- جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

چونکہ الزام نمبر ۱ کے پہلے بہتان کو رَدّ کرتے ہوئے تیسرے ضمنی بہتان کا ایک ایسا ربط پہلے کیساتھ قدرتی طور پر بن گیا کہ دونوں کے متعلق اصل حقائق واضح ہو گئے۔ آخر میں دوسرے ضمنی بہتان کو بھی حقائق کی روشنی میں دیکھ لیں ——— اس بہتان میں ملیح آبادی صاحب کا انکشاف یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے معاذ اللہ نبی اکرم نورِ مجسم رسول رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات سے معاذ اللہ ایمان کی نفی کی ہے، لیکن اس ضمن میں بھی حقائق عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے نادر شاہی فرمان کے برعکس ہیں ——— امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کی ذات جو نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک سچے

عاشقِ رسول کی حیثیت سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ بلکہ ایک عارف کامل حضرت علامہ مولانا امام شافعیہ سیدی الشیخ حسین بن صالح جمل اللیل علیہ الرحمۃ نے بلا کسی اعلیٰ حضرت سے سابقہ تعارف کے حرم میں مقام ابراہیم پر ادائے نماز مغرب کے بعد ہاتھ پکڑا اور گھر یہ کہتے ہوئے لے گئے کہ "میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔" [1]

اُس کی ذات پر اس طرح کا بہتان باندھنا کتنی شرم وندامت کی بات ہے اور ایسی "حرکتوں" پر اہل انصاف جس قدر بھی افسوس کریں کم ہے ـــــ قلم کی آبرو سے کھیلنا ملیح آبادی صاحب کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے اور ایسے لوگوں سے لوح وقلم کی پرورش کی اُمید رکھنا مشیتِ الٰہی سے جنگ کے مترادف ہوگا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے ایک بار پوچھا گیا کہ: ـــــ

"بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دیکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوا لے یا اُمت کو۔ آپ نے ماں باپ کو چھوڑا اور اُمت اختیار کی۔ یہ صحیح ہے یا نہیں"؟

جواب دیا کہ: ـــــ

"محض جھوٹ افتراء اور کذب وبہتان ہے۔ اللہ ورسول پر افتراء کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل وعلیٰ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" واللہ تعالیٰ عالم۔ [2]

اسی طرح ایک مرتبہ اور آپ سے سوال کیا گیا کہ: ـــــ

---

[1] امام احمد رضا اور عالم اسلام از ڈاکٹر مسعود احمد ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ص ۱۵ ؛ [2] احکام شریعت حصہ دوم (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ و درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا"

الجواب (اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں)

"ہمارے نزدیک صحیح و رجیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اُمہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا تک سب اہلِ توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصالِ ثواب میں حرج نہیں البتہ اختلاف علماء سے بچنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کرے اور حضور کے طفیل میں حضور کے علاقہ والوں کو۔"[1]

یہ تو رہی بات اعلیٰحضرت کے مختصر فتاوے کی۔ اس مسئلے کی تفصیل فتاویٰ رضویہ کی ضخیم جلدوں میں ملاحظہ کریں۔ اور پھر وہاں پہ قرآن وحدیث و اقوال سلف کی روشنی میں دی گئی دلیلوں سے لطف اُٹھائیے

اب آئیے اس مسئلہ میں خاص ان کی ایک تصنیف کا ذکر ہو جائے جس کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اسلام ابی طالب سے ایک سال قبل لکھا تھا جس کی سنہ تصنیف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء اور جس کا نام "شمول الاسلام لاصولِ الرسول الکرام" ہے۔ آپ کی یہ تصنیف اپنے نفس عنوان پہ تحقیق کا نادر نمونہ ہے یہی وجہ ہے کہ مجموعہ رسائل جلد اوّل کے مرتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ناشر مدینہ پبلشنگ کراچی ص ۱۴۴-۱۴۶۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] احکام شریعت حصہ دوم از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص ۱۵۱-۱۵۲ ؛

حضرت علامہ مفتی شجاعت قادری صاحب اپنے مقدمے میں اس کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:۔

"اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مستند حوالوں سے اسی مسئلے کو واضح کیا ہے کہ آپ کے والدین مومن تھے اور نہ صرف مومن بلکہ صحابی تھے، وہ صحابی کیسے ہوئے؟ یقیناً آپ کے لیے یہ بات حیرت انگیز ہوگی لیکن جب آپ اعلیٰ حضرت کا رسالہ "شمول الاسلام" ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کی یہ حیرت یقین حق میں تبدیل ہو جائے گی۔"[1]

۱۲ شوال ۱۳۱۵ھ کو مسکرہ، بنگلور (کرناٹک) سے حضرت علامہ مولانا مولوی سیدی شاہ محمد عبد الغفار صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت سے استفتاء کیا کہ: ـــــ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ سرور کائنات فخر موجودات رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام تک مومن تھے یا نہیں بینوا توجروا۔"[2]

اس فتوے کے جواب میں اعلیٰ حضرت ابوین نبی کریم صلی اللہ علیہ کے ایمان کے جواز میں سب سے پہلے قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں پھر احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں پھر خود اپنا قول پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں ـــــ۔

نوٹ:۔ عالی جناب مفتی شجاعت علی قادری جسٹس عدالت شرعیہ پاکستان ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو انڈونیشیا میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا علیہ راجعون۔ آپ حکومت پاکستان کی طرف سے علماء کے ایک وفد کے ساتھ سرکاری دورے پر گئے تھے آپ کے ساتھ حضرت علامہ حامد سعید کاظمی ابن احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ گئے، جسد خاکی کو بذریعہ طیارہ ۲۹ جنوری جمعہ کو کراچی لایا گیا (نوشاد عالم چشتی) (بقیہ برصفحہ آئندہ)

"جب صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہر قرن و طبقے میں روئے زمین پر لا اقل (کم سے کم) سات بندگان مقبول ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے ہر قرن میں خیار قرن سے اور آیت قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی ہو شریف القوم بالا نسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہو سکتا تو واجب ہوا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ امہات ہر قرن اور طبقہ میں انہیں بندگانِ صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم میں ارشاد حق جل و علا کے مخالف ہوگا۔"[1]

پھر لکھتے ہیں:۔

امام رازی فرماتے ہیں، معنی آیت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا، تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔ امام سیوطی و امام ابن حجر و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر نے اس تقریر و تائید و تاکید و تشیید فرمائی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے موئد روایت ابو نعیم کے یہاں آئی۔"[2]

قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کا ایک علمی استدلال ملاحظہ کریں جو ایمان ابوین کریمین کی حمایت میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت حصہ اوّل مرتب: مفتی شجاعت علی قادری ناشر مدینہ پبلیشنگ کراچی ص ۷۹ [2] ایضاً ص ۸۰

[1] مجموعہ رسائل مرتبہ شجاعت علی کراچی ص ۸۲ ؛ [2] ایضاً ص ۸۴ ؛

"اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ـــــ خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری ـــــ آیۃ کریمہ شاہد رب العزۃ عزّ وعلا سب سے زیادہ معزز ومحترم موضع وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے ولہذا کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی۔ پھر کفر و شرک سے زیادہ رذیل کیا شئے ہوگی۔ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزّ وجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔" کفار محل غضب و لعنت ہیں اور انوار رسالت کے وضع محل کو رضا و رحمت درکار۔" [1]

مزید آگے بڑھنے سے پہلے آپ ذرا اس جملے کو بار بار پڑھ کر لطف اٹھائیے : ـــــ

"کفار محل غضب ولعنت ہیں اور انوار رسالت کے وضع محل کو رضا ورحمت درکار۔"

کتنی پیاری بات ہے کیا نادر استدلال ہے کس اچھوتے انداز میں بات کی گئی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ایک سچے عاشق ایک وفادار اُمتی ایک غیرت مند غلام نے اپنے آقا کے آباؤ اجداد اور امہات کے ایمان کی حمایت میں یہ ایک ایسا تاریخی جملہ کہا ہے جو خدا کی قسم اس قابل ہے کہ اسے تاریخ کے صفحات میں آبِ زر سے لکھا جائے اور مومنین اسے اپنے لیے حرز جاں بنائیں۔

کیا اس کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنی کسی تصنیف میں عدم ایمان ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ یہ ملیح آبادی صاحب کا صریح بہتان ہے اس ضمن میں ایک اور اقتباس ملاحظہ کریں، فاضل

[1] مجموعہ رسائل مرتبہ شجاعت علی قادری۔ کراچی ص ۹۸ حصہ اوّل ؛

بریلوی ارشاد فرماتے ہیں :۔

"حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہدِ اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک وہ صرف اہلِ توحید و اہلِ لا الٰہ الا اللہ تھے۔ تو نفی از قبیل لیس ذالک لک ہے۔ بعدہٗ ربّ العزۃ جل جلالہٗ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمام نعمت کے لیے اصحابِ کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر شرفِ صحابیت پاکر آرام فرمایا۔ لہٰذا حکمتِ الٰہیہ کریہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن عظیم پورا اُتر گیا اور "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" نے نزول فرماکر دینِ الٰہی کو تام و کامل کر دیا تاکہ ان کا ایمان پورے پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔" [1]

جسے مزید ذوق ہو وہ کتاب کا ہی مطالعہ کرے انشاء اللہ پڑھنے کے بعد دل ٹھنڈا دماغ روشن اور آنکھیں منوّر ہو جائیں گی۔ مجھے تو یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مومن و ناجی ہونے کا عقیدہ تو اعلیٰ حضرت کو اپنے ورثہ میں ملا تھا کیونکہ ان کے والد عالمِ جلیل ان کے جدِّ امجد فاضل نبیل تھے رحمۃ اللہ علیہما. انہوں نے اپنی آنکھیں قال اللہ و قال رسول کی دلکش و پُر لطف صداؤں میں کھولا تھا۔ بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے جواز میں رسالہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں اور عدم ایمان ابو طالب کے بارے میں ایک رسالہ ۱۲۹۴ھ/۷۷ ۱۸ء

[1] مجموعہ رسائل از شجاعت علی قادری کراچی ص ۱۰۰ ؛

اور دوسرا رسالہ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں لکھا تھا۔
لہذا تاریخی اعتبار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ملیح آبادی صاحب کا یہ "قول" حق و صداقت پر مبنی نہیں بلکہ کتمان حق کے سلسلے میں تحریراً یا روایت میں یقیناً دستِ تصرف کا خوبصورت جلوہ نظر آتا ہے جو ان کے بغض عناد کا مظہر ہے۔ چونکہ !! بات اپنے ممدوح کی حمایت کی تھی اس لیے اعلیٰ حضرت کے خلاف الزام تراشی کے جو بھی ہتھیار ہاتھ لگے اُس کا استعمال میدان کارزار میں خوفِ خدا اور احتساب آخرت سے لاپرواہ ہوکر کیا گیا۔ لیکن اس معاملے کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ حمایت تو دونوں (یعنی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے اور ملیح آبادی صاحب) نے اپنے اپنے ممدوح کی کردی، مگر اعلیٰ حضرت کا ممدوح اللہ رب العالمین کا محبوب ہے تو ملیح آبادی صاحب کے محبوب جناب آزاد جو مسٹر گاندھی کے فرمان کے تابع ہیں۔
اب آپ خود ہی بتائیں کہ اپنے ممدوح کی حمایت میں کون جیتا اور کون ہارا ؟؟؟
میں صرف اتنا کہہ کے آگے گذر جانا چاہوں گا کہ ؎

"عمل کی اپنے اساس کیا ہے
بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت
مرا تو بس آسرا یہی ہے"

آپ نے الزام نمبر ایک کی حقیقت معلوم کر لی اور اعلیٰ حضرت کی ذات پر ملیح آبادی صاحب کی "کرم فرمائیاں" بھی ملاحظہ کرلیں اب آئیے اس اقتباس پر ہندوستان کے ایک مشہور محقق

جناب پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب (ڈائریکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ دہلی) کی رائے ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں کہ
"مجھے مولانا آزاد کے اس بیان کو بعینہٖ تسلیم کرنے میں کچھ تامل ہے، کیونکہ انہوں نے دو ایسے علمائے بدایوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے ان کے والد کو خاص تعلق تھا اور جنہیں وہ اپنا ہم عقیدہ تصور کرتے تھے، یعنی مولانا فضل رسول اور مولانا عبدالقادر، فاضل بریلوی کی طرح یہ دونوں بدایونی علماء بھی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے متوسلین میں سے تھے اور اس طرح برکاتی نسبت اُن میں قدر مشترک تھی۔ علاوہ ازیں مولانا آزاد کا یہ بیان پڑھنے کے بعد کہ ان کے والد علمائے حال میں مولانا عبدالقادر بدایونی کی تعریف کرتے اور ان کی حقیقت پر معترض نہ تھے پچھلے بیان کو تسلیم کرنے میں پس و پیش ہوتا ہے کیونکہ انہی مولانا عبدالقادر بدایونی کے صاحبزادہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی ہیں جنہوں نے ۱۹۰۰ء میں پٹنہ کے ایک عام جلسہ میں فاضل بریلوی کو "مجدد مائتہ حاجرہ" کا لقب دیا تھا۔ ظاہر ہے مولانا عبدالمقتدر کو فاضل بریلوی کی حنفیت پر پورا اعتماد رہا ہو گا۔[1]

فاضل بریلوی کا ہر قاری جس نے ان کی تصانیف سے کچھ تھوڑا سا بھی استفادہ کیا ہے یقیناً ملیح آبادی کے اس بیان کو تسلیم کرنے میں تامل کرے گا جیسا کہ فاضل محقق خود اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن کیا کیجئے گا جب ؎

---

[1] مقالات (امام احمد رضا اور آزاد کے افکار) اشاعت اوّل ۱۹۹۱ء ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ص ۳۸ ‌‌؎

سوچ کا آئینہ دھندلا ہو تو پھر وقت کے ساتھ
چاند چہروں کے خدو خال بگڑ جاتے ہیں

بات دراصل یہ ہے کہ حضرت علامہ مولانا سیّدی شیخ خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب عصر کے ساتھ شدت کے جس مقام پر فائز تھے فاضل بریلوی کو بھی وہ وہیں دیکھنا چاہتے تھے اور ملاقات کے دوران حضرت شیخ خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو اسی طرف مزید متوجہ کیا ہوگا جس کو فاضل بریلوی نے خاموشی کے ساتھ سُنا ہو اور سننے کی اس حالت کو ملیح آبادی صاحب نے "ہکا بکا رہ گئے" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ بات میں قیاس کے طور پر نہیں بلکہ ملیح آبادی صاحب ہی کی تحریر کی روشنی میں کہہ رہا ہوں ثبوت آپ بھی ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں ،
(بزبان ابوالکلام آزاد)

"مولوی احمد رضا خاں مرحوم سے ملنے کے بعد والد صاحب افسوس وحسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ دُنیا بھر میں بس ڈھائی مسلمان رہ گئے ہیں ایک خود میں دوسرے مولانا عبدالقادر بدایونی اور آدھے احمد رضا خان بریلوی"۔ [۱]

ہر باشعور قاری یہ بخوبی جانتا ہے کہ یہاں آدھا سے مراد مذہبی تصلب ہے ورنہ آدھا ایمان اور آدھا کفر کا جمع کفر ہوگا اور وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا اور یہاں اعلیٰ حضرت کو علامہ خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مسلمان کہنا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کو اپنے سے "تصلب" میں کم تر جانتے تھے۔ مجھے اور بھی شواھد دستیاب ہیں جس کے بنا پر اس بیان میں کلام کیا جا سکتا ہے مثلاً

[۱] ذکر آزاد۔ از عبدالرزاق ملیح آبادی سنہ اشاعت ۱۹۶۰ء کلکتہ بھارت ص ۱۲۱ ؛

ملیح آبادی صاحب اپنے تاثرات کو "آنسو" کے عنوان سے قلمبند کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"مگر (آزاد صاحب نے کتاب) لکھانے کے بعد اس کتاب کو بالکل ہی بھول گئے ...... (چند سطر بعد) یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ موجودہ زمانے میں مولانا اگر یہی کتاب اپنے قلم سے لکھتے یا اس پر نظر ثانی کر لیتے تو اس کی شکل ضرور مختلف ہوتی"۔[1]

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کتاب "محل نظر ہے"۔ اس میں کچھ ترمیم و اضافے کی ضرورت تھی مگر نہ ہو سکی یہی وجہ ہے کہ کہیں واقعات کا تکرار ہے تو کہیں خود آزاد صاحب اور ملیح آبادی صاحب میں "تصادم"۔ جیسے کہ آزاد صاحب اپنی تصنیف "تذکرہ" میں خود لکھتے ہیں :—

"والد مرحوم کے نانا رکن المدرسین مولانا منور الدین (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے عہد کے مشاہیر اساتذۂ علم و درس اور اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے اور ان مخصوص اصحاب کمال میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ علوم ظاہر و باطن کی جامعیت عطا فرماتا ہے۔ ان کا شمار حضرت شاہ عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے اجلۂ تلامذہ میں تھا اور (وہ) سلطنت مغلیہ کے آخری "رکن المدرسین" تھے ان کے شاگردوں اور مریدوں میں ایسے ارباب کمال ہوئے جو اپنے عہد کے ممتاز بزرگوں میں شمار کیے گئے ان کے والد "مولانا رشد الدین" (رحمۃ اللہ علیہ) صوبہ لاہور کے قاضی القضاۃ اور احمد شاہ ابدالی کی جانب سے نائب السلطنت پنجاب کے مشیر تھے"۔[2]

---

[1] آزاد کی کہانی از ملیح آبادی مکتبہ خلیل لاہور ص ۱۲۔ [2] تذکرہ از آزاد مرتبہ مالک رام۔ اشاعت چہارم ۱۹۹۰ء ناشر ساہتیہ اکادمی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لیکن اس کے برعکس ملیح آبادی صاحب "آزاد کی کہانی" میں حضرت مولانا منورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام کچھ اور لکھتے ہیں :۔

"قاضی سراج الدین" والد مرحوم کے نانا مولانا منورالدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے والد قاضی سراج الدین (رحمۃ اللہ علیہ) ہرات کے مشہور خاندان قضاۃ سے تھے"[1]۔

اس دلچسپ قضاد پر ذرا جناب مالک رام صاحب کا حاشیہ ملاحظہ کرلیں۔

"آزاد کی کہانی صفحہ ۳۷ (انڈین ایڈیشن) میں ملیح آبادی نے مولانا منورالدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے والد کا نام سراج الدین (رحمۃ اللہ علیہ) لکھا ہے یہ سہو ہوگا تذکرہ کا نام ہی صحیح اور معتبر ہے۔"[2]

کیا سمجھا آپ نے؟ چونکہ ملیح آبادی صاحب، مالک رام صاحب کے اپنے تھے لہذا "یہ سہو ہوگا" کے اس خوبصورت آڑ میں مالک رام صاحب نے ملیح آبادی صاحب کا دفاع کیا۔ مگر کچھ اور واقعات بھی اس کتاب میں غلط مندرج ہیں جن کے بارے میں چشم پوشی کی گئی وجہ ـــــــ اس کی یہی تو تھی کہ ان واقعات سے متعلق افراد کا تعلق مالک رام صاحب کے اپنوں میں سے نہیں تھا اور دفاع تو کیا جاتا ہی ہے ہمیشہ اپنوں کا۔ کیا کسی نے غیروں کا بھی دفاع کیا ہے؟ مگر ــــ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نئی دہلی ص ۲۶ ب تذکرہ آزاد، مرتبہ فضل الدین احمد مرزا اشاعت اوّل فروری ۱۹۶۰ء مکتبہ جدید لاہور ص ۲۲۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] آزاد کی کہانی۔ مرتبہ ملیح آبادی، مطبوعہ مکتبۂ خلیل لاہور ص ۳۲ [2] کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں" از مالک رام بار اوّل ۱۹۹۰ء ناشر امجد حسین ملک فیمس بکس اردو بازار مطبع گنج شکر پرنٹرز لاہور صفحہ ۲۶ ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر
چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر
لہو پکارے گا آستین کا

اب ہم اس معاملے سے متعلق مزید دلائل کو اپنے حق میں محفوظ رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تسلی وتشفی کے لیے یہ دلائل بہت کافی ہیں اور نہ ماننے والے انبیاءِ کرام کے چشم دید معجزات کے بھی منکر تھے۔ اور میں نہ مانوں کا آخر علاج ہی کیا ہے؟ ؎

مانیں نہ مانیں آپ کو اختیار ہے حضور
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے دیتے ہیں

(۲) الزام نمبر ۲ کا جواب

عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کا یہ لکھنا کہ :-

”بریلی امام احمد رضا کا گڑھ تھا اور وہ وہاں کے گویا بے تاج بادشاہ تھے انہیں کا حکم چلتا۔ اور وہ خلافتِ تحریک اور ہر اُس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو“ (حوالہ مذکور)

آپ اگر ایک سطحی نظر سے اس نادر شاہی فرمان کے اجزاء ترکیبی پر غور کریں تو چند چیزیں آپ کو بالکل واضح نظر آئیں گی جو ملیح آبادی صاحب بتانا چاہتے ہیں۔

الف : بریلی کے بے تاج بادشاہ احمد رضا خان تھے (الحمد للہ) اور انہیں کا حکم وہاں چلتا تھا۔

ب : وہ خلافتِ تحریک کے مخالف تھے۔

ج : ہر وہ تحریک جو انگریزوں کے مفاد میں نہ ہو بقول ملیح آبادی صاحب کے امام احمد رضا اُس کے خلاف تھے۔

چلئے صاحب ملیح آبادی صاحب کی ان معروضات پر ہم بھی کچھ عرض کر دیتے ہیں اور صرف یہ سوچ کر کہ ؎
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات
بریلی شہر اپنی آبادی کے لحاظ سے صرف فاضل بریلوی کے گھر پر مشتمل نہ تھا بلکہ اس شہر میں دیگر اور افراد بھی ہزاروں کی تعداد میں رہتے تھے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ اور دیگر اقوام بھی اس میں شامل تھیں ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق بریلی کی آبادی ۲۰۸۰۴۶۹ء تھی ——— اس شہر کی بنیاد ۱۵۲۷ء میں رکھی گئی[1] ———۔
لہٰذا ملیح آبادی صاحب کے بیان کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خلقِ خدا کی کثیر تعداد فاضل بریلوی سے کسی نہ کسی طرح سے منسلک تھی جن پران کا حکم چلتا تھا اور وہ وہاں کے بے تاج بادشاہ تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ لوگوں کے دلوں میں فاضل بریلوی کی اتنی پذیرائی کیوں تھی جو دیوانگی کی حد تک ان کے فرمان کے تابع تھے۔

- امام احمد رضا بریلی کے بے تاج بادشاہ کیوں تھے ؟
- اُنہیں کا حکم کیوں چلتا تھا ؟

اسے جاننے کے لیے آئیے ہم ماضی کے دریچوں سے ذرا چلمن ہٹا دیں تاکہ آپ کو بھی پتہ چل جائے کہ وہ کونسا راز تھا جس کے سبب بریلی میں "حکم" احمد رضا کا چلتا تھا اور بریلی کے عوام کے بے تاج بادشاہ احمد رضا خان تھے۔ ؎

---

[1] اردو دائرۂ معارف الاسلامیہ زیر اہتمام پنجاب یونیورسٹی جلد ۴ صفحہ ۴۸۷ ؎

چند منظر اُجاڑنے والو
ہو رہیں کئی جہان آباد

تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر قاری یہ بات بخوبی جانتا ہے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے بھی ایک اور انقلاب بریلی میں آیا تھا حوالہ ملاحظہ کریں :۔۔۔۔

"جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے بھی بریلی میں ۱۸۱۶ء میں انگریزوں کے خلاف ایک بغاوت ہوئی۔" ؎۱

پتہ یہ چلا کہ انگریزوں سے نفرت بریلی کے عوام کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ جب احسن نانوتوی صاحب نے حکومت برطانیہ سے بغاوت کرنا خلافِ قانون قرار دیا تو بریلی کا کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں تھا جو احسن نانوتوی صاحب کے خلاف نہ ہو گیا ہو۔ حوالہ کی اصل عبارت پیش خدمت ہے۔

"۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔"

اس کا ردِ عمل کیا ہوا اُسے بھی ملاحظہ کر لیں۔

"اس تقریر نے بریلی میں ایک "آگ" لگا دی اور تمام مسلمان مولانا احسن صاحب نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا، بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔" ؎۲

جنگِ آزادی ۱۸۱۶ء ہو یا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اس میں بریلی

؎۱ تاریخ پاک و ہند از انوار ہاشمی کراچی ص ۴۷۸۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے مسلمانوں کا جوش وخروش قابلِ دید ہے اور انگریزوں کے خلاف نفرت کا مُنہ بولتا ثبوت بھی، جبھی تو احسن نانوتوی صاحب کو انگریزوں کی حمایت کی پاداش میں بریلی چھوڑنا پڑا اور تمام مسلمانوں کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا جس کا اعتراف محمد حنیف گنگوھی صاحب کو بھی ہے۔
آپ ان دونوں انقلابوں کو "غدر" کہیں یا "جنگِ آزادی" بہرحال اس سے اتنا تو ماننا ہوگا کہ "بریلی" انگریزوں کے ایجنٹوں کی رہنے کی جگہ نہیں بلکہ مخالفوں اور نفرت کرنے والوں کی جائے پناہ تھی۔ محمد حنیف صاحب اور ایوب صاحب دونوں حضرات اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ: ــــ

"تمام مسلمان احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے"۔

اب ان تمام مسلمانوں میں کیا فاضل بریلوی کا خاندان بھی شامل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تھا تو کیا مخالف اس پر کوئی مستند حوالہ پیش کر سکتا ہے ــــ میں یہاں ذرا ٹھہر کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اپنے قارئین کے توسل سے میں فاضل بریلوی کے تمام مخالفین سے ایک واجبی سی سا مطالبہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا فاضل بریلوی کے خاندان کے کسی ایک فرد کا بھی انگریزوں سے کوئی ربط تھا اور کیا مخالفین کسی مستند حوالہ سے ثابت کر سکتے ہیں ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین اور میرا یہ مطالبہ قیامت کی صبح تک ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎ مولانا محمد احسن نانوتوی از ایوب قادری بار اوّل طباعت ۱۹۶۶ء مطبوعہ جاوید پریس ناشر مکتبہ عثمانیہ کراچی ص ۵۰-۵۱ ـ
ب حالات مصنفین درسِ نظامی از محمد حنیف گنگوھی اشاعت اوّل ناشر دارالاشاعت کراچی ص ۲۹۴ ؛

اِدھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

فاضل بریلوی کا خاندان خود ان انقلابی معرکوں میں نہ صرف شامل رہا ہے بلکہ قیادت بھی کی ہے۔ اسی لیے بریلی کا ایک ایک فرد فاضل بریلوی کو نہ صرف جانتا تھا بلکہ اچھی طرح پہچانتا تھا جبھی تو ان انگریز مخالف لوگوں کے دلوں پر فاضل بریلوی کا حکم چلتا تھا اور فاضل بریلوی ان کے بے تاج بادشاہ تھے جس کا اعتراف ملیح آبادی صاحب نے بھی کیا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے احسن نانوتوی کو انگریز کی حمایت کے جرم میں تو جان بچانے کے لیے بریلی کو چھوڑنا پڑا مگر فاضل بریلوی بریلی کے بے تاج بادشاہ بن کر رہے۔ نہ ان کو کسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور نہ انہیں بریلی کو چھوڑنا پڑا ـــــ ایسا کیوں ـــــ ؟ بات صرف اور صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ فاضل بریلوی بھی ـــــ انگریزوں کے کٹر دشمن تھے سخت نفرت کرتے تھے ـــــ یہ بات میں کسی قرائن کی دنیا میں نہیں بلکہ حقیقت کے اجالے میں لکھ رہا ہوں ثبوت ملاحظہ کریں۔

پاکستان کے ایک نامور اور غیر جانب دار مشہور صحافی جناب شوکت صدیقی صاحب لکھتے ہیں : ـــــ

"اُن کے (فاضل بریلوی کے) بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے۔ نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ اُلٹا ٹکٹ★ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے "میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔" انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا ـــــ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی

★ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)
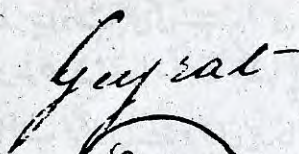
یہ مکتوب جناب صاحبزادہ ضیاء المصطفےٰ ابن مولانا عبدالقادر شہید، جامعہ قادریہ فیصل آباد نے عنایت فرمایا ہے اور فلم برادرم غلام یٰسین منہاس نے تیار کرائی، ہم دونوں حضرات کے شکر گزار ہیں۔

عدالت میں حاضری نہ دی ـــــــ ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا مگر انہوں نے توہینِ عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی۔" میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کر لوں۔"

مزید لکھتے ہیں :ـــــــ

"مولانا احمد رضا خان رح کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی کوئی فتویٰ دیا۔ نہ اس بات کا کسی طور اظہار کیا کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گزری ـــــــ اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا اس لیے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے۔" [۱]

یہ تو میں نے ایک صحافی کا دیانت دارانہ قول نقل کر دیا۔ اب آئیے خود اعلیٰ حضرت کا موقف انگریزوں کے بارے میں کیا تھا ان کی تصانیف کی روشنی میں ان کی تحریروں کو دیکھتے ہیں ـــــــ یاد رکھیے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہے تو تحریریں "ترجمانِ دل" ـــــــ ضمناً قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لیے ایک حقیقت پیش کر دوں کہ غیر مقلدین کے امام صدیق حسن خان صاحب نے انگریزوں سے وفاداری کے لیے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا نام تھا "ترجمان وہابیہ" جس کی طباعت ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء

★ نوٹ : لفافہ پر ٹکٹ اُلٹا لگانے کا عکس "گناہ بے گناہ" کے صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ کریں۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور پاکستان ؛

[۱] جہانِ رضا مرتبہ مرید احمد چشتی اشاعت اوّل ۱۴۰۱ھ ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور صفحہ ۲۱۳ - ۲۱۷ ؛

میں ہوئی۔ مگر اُس کی پشت پر حکومت برطانیہ کی مہر (مہر محکمہ کمشنری قسمت دہلی ۱۸۵۷ء) چھپی ہوئی ہے۔

بات چل رہی تھی اعلیٰ حضرت اور انگریز کی اس ضمن میں فاضل محقق ڈاکٹر مسعود الملت جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی صاحب کی تصنیف "گناہ بے گناہی" اپنے موضوع پر نہایت شاندار اور لاجواب کتاب ہے تفصیلات کے لیے مذکورہ کتاب پڑھیں۔ میں مختصر عرض کرتا ہوں :۔

"ڈلہوزی" جب ہندوستان کا گورنر بن کے آیا تو ہندوستانی ریاستوں کو ہڑپنے کے لیے اُس نے "اصلاحات" کے نام پر طرح طرح کے مکروفریب کا جال بچھانا شروع کیا۔ اور جب اپنی غاصبانہ حکومت کی توسیع ہو گئی تو کئی قانون بنائے جن کو بعد میں آنے والے جنرلوں نے بھی ویسے ہی برقرار رکھا ـــــ ایسے ہی ایک قانون کا ذکر جناب جانباز مرزا صاحب نے اپنی کتاب "انگریز کے باغی مسلمان" میں کیا ہے لکھتے ہیں :۔

"عیسائی مبلغین کو ہندوستانی عام طور پر "نصاریٰ" کہہ کر پکارتے تھے اس لفظ کو "پادری" اپنے لیے گال[1] سمجھتے تھے کیونکہ جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ کو حقارت سے ناصری (یعنی قریہ ناصرہ کا باشندہ) کہتے تھے اسی طرح مسلمانوں نے انگریزوں کو نصاریٰ کا لقب دیا۔ چنانچہ حکومت نے پادریوں کی دلجوئی کے لیے ایک قانون وضع کیا ـــــ جو کوئی پادری کو نصاریٰ کہے گا وہ حکومت کا باغی سمجھا جائے گا اور باغی کو سزا دی جائے گی۔" [2]

اب آئیے دیکھئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس قانون کی دھجیاں

---

[1] نوٹ :۔ "گال" ـــــ لفظ اردو میں گالی کے لیے مستعمل نہیں ہے یہاں پر زبان اردو پر مرزا جانباز صاحب کا عدم قدرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ (نوشاد عالم چشتی)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کس طرح سے بکھیر دیں ہیں آپ بھی ذرا چشم حیرت سے تماشہ دیکھیں۔

اعلیٰ حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ ایک مولوی صاحب پادری کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے ہاں کھاتے پیتے ہیں۔ اس سے بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ اس بحث میں پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ کے متعلق گستاخانہ طرز تکلم اختیار کرتا ہے مولوی صاحب کو منع کیا جاتا ہے کہ ایسے پادری صاحب کے پاس نہ جایا کریں۔ مگر وہ ممانعت کا ثبوت مانگتے ہیں۔ مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے ــــ؟"

امام احمد رضا نے جواباً فرمایا:-

"اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو سکتا جن میں اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاد طعن کئے جاتے ہوں، وہ ثبوت مانگتا ہے، اُسے اگر ایمان کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اُس کو مثل "نصاریٰ" ہونے کا فتویٰ دے رہا ہے۔" [۱]

مزید ثبوت ملاحظہ ہو ــــ ایک اور سوال کیا گیا کہ ــــ

"اس زمانہ کے یہود ونصاریٰ کتابی ہیں کہ نہیں؟"

جواب: نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلا شبہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث ونبوت ہیں۔" [۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱] انگریز کے باغی مسلمان از جانباز مرزا اشاعت اوّل جنوری ۱۹۹۰ء جلد اوّل ناشر مکتبہ تبصرہ لاہور ص ۷۷۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ بھارت ۱۹۸۱ء ص ۴۵-۴۶ [۲] اعلام الاعلام (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ایک اور حوالہ ملاحظہ کریں :۔

نصاریٰ کی یہ غلامی کہ پیر نیچر نے تھامی۔ لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی[1] اس کے نتائج تشبّہ وضع و تحقیر شرع شیوع دہریت و فروغ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی"۔[2]

یہ تو آپ نے اعلیٰ حضرت کی مختلف تصانیف میں بکھری ہوئیں انگریزوں کے خود ساختہ قانون کی دھجیاں ملاحظہ کی ہیں اب انگریز پادریوں کے خلاف فاضل بریلوی کی قلمی ضرب کی شدت کا نظارہ کریں ؎

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں ایک سوال کیا گیا۔

"استفتاء"۔ التجا ہے ایک ضروری مسئلہ جلد اندر ہفتہ مدلل و مکمل عقلی و نقلی طور پر لکھ کہ ایک مسلمان کی جان بلکہ ایمان کی حفاظت کیجئے عند اللہ ماجور ہوں گے۔۔۔۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ماخوذ دو اہم فتوے از امام احمد رضا۔ طباعت ۱۹۷۷ء مکتبہ قادریہ لاہور ص ۸ (۲۴)

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] اشارہ : مثلاً مولانا محمد علی جوہر جو تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) میں انگریزوں کے مخالف تھے مگر اس سے پہلے اُن کے حامی تھے، چنانچہ پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی گئی جس کا خود مولانا نے اس طرح ذکر کیا ہے :۔ "ہم نے پندرہ کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدانِ جنگ میں بھیجے، اپنا ایمان بھی قربان کیا۔۔۔۔۔ مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھائی۔۔۔۔۔ (رئیس احمد جعفری۔ اوراق گم گشتہ مطبوعہ ۱۹۶۸ء ص ۲۲۰ [2] محمد رضا خان المحجۃ المؤتمنۃ منقولہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۹۴ ؛

ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکور سے ہے یا اُناث ہے۔ حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتہ ملتا ہے۔"

جواب میں ذرا آپ حضرات فاضل بریلوی کا انداز ملاحظہ کریں۔ لفظ لفظ سے انگریزوں کی مخالفت اور حرف حرف سے انگریزوں سے نفرت ٹپک رہی ہے۔ فرماتے ہیں :-

" ہاں ہاں یہ پادری معترض اس اندھے سے بھی بدتر حالت میں ہے۔"

(ص ــــــ ۱۷)

"پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے ــــ کیا یہ یعلم ما فی الارحام میں داخل نہ تھے ثالثاً اور اتروں فقط بچے ہی والوں پر قناعت بھی کیا ان سب کے پیٹ آنے کے قابل ہیں (رابعاً خامساً تاعاشراً وغیرہ) اس سے بھی درگذر کروں۔ فقط قابل آلہ بلکہ فقط انسان بلکہ فقط امریکہ یا انگلستان بلکہ فقط "پادریان" بلکہ فقط پادری فلاں بلکہ ان کے گھر کا بھی فقط ایک ہی پیٹ وہ بھی فقط اسی وقت جب بچہ خوب بن لیا اور اپنی نہایت تصویر کو پہنچ چکا اور وہ بھی فقط اتنی ہی دیر کے لیے جبکہ میم صاحب کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہے کام کروں . . . . . کیوں پادری صاحب کیا آپ کے ما فی الرحم میں صرف بچہ کا آلہ تناسل داخل ہے کہ نر و مادہ بتایا اور "یعلم ما فی الارحام" میں صادق آیا اس کے اعضائے اندرونی کیا رحم میں نہیں" ؟ ؟ ؟ (ص ۱۸)

ایک جگہ پادری صاحب کی غیرت کو للکارتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" تمہاری تنگ نظری کوتاہ فہمی دو لفظ دیکھ کر ایسے سستے سمجھ لیے کہ ایک آلہ کی ناچیز دبے حقیقت ہستی پر علم ارحام کے مدعی بن بیٹھے۔ ہاں نصب واضافات کو جانے دو نا متناہی معدود و محدود ہی اشیائے تباڈ

اور وہ بھی کسی ایک جنین کی نسبت اور وہ بھی خاص اپنے گھر کے آدمی کو گھر کا حال خوب معلوم ہوتا ہے اپنا اور اپنی جورو کا واقعہ تو خود اس پر گزرا اور اوپر سے مدد دینے کو آلہ موجود، کوئی پادری صاحب آلہ لگا کر بولیں کہ جس وقت ان کی میم صاحب کو پیٹ رہا نطفہ کتنے وزن کا گرا تھا۔ اس میں کتنے حیوان منوی تھے؟ —— گرتے وقت رحم کے کس حصّہ پر پڑا۔ رحم میں کتنی دیر بعد حمل و نقرہ میں مستقر ہوا جب سے اب تک کتنا خونِ حیض اس کے کام آیا۔ یہ اصل نطفہ کس کس غذا کے کس کس کے جز اور کتنے وزن کا فضلہ تھا وہ کہاں کی مٹی سے پیدا ہوئی تھی —— کھانے کے کتنی دیر بعد اس نے نطیفہ اَخذ کی تھی۔ جب سے اب تک ایک ایک منٹ کے فاصلہ پر اس کے وزن و مساحت و ہییات میں کیا کیا اور کتنا کتنا تغیر ہوا —— حوادث مذکورہ بالا کے باعث۔ جب سے اب تک میم صاحبہ کے "رحم شریفؐ کئے بار اور کتنی کتنی دیر کو اور کس کس قدر سمٹی پھیلی بچہ کتنی دفعہ اور کس کس قدر اور کدھر کدھر کو پھر پھرا یا ہر جنبش پر وضع اعضاء میں کیا کیا تغیر ہوا ——.

یہی سب احوال اب سے پیدا ہونے تک کس کس طرح گزریں گے۔ منٹ منٹ پر وضع و وزن و مساحت و مکان و حرکت و سکون و غذا و احوال جنین و رحم میں کیا کیا تغیرات ہوں گے —— باوالوگ رحم شریف میں کب تک بسیں گے —— کس گھنٹے منٹ سیکنڈ بھرڈ پر برآمد ہوں گے —— پہلے کون سا عضو آگے بڑھائیں گے۔ —— اس وقت کتنے فربہ اور کتنے دراز ہوں گے —— دروازہ برآمد کی وسعت کس مقدار مخصوص تک جائیں گے —— آسانی گزر کو کتنی رطوبت کی پچکاریاں ساتھ لائیں گے —— آپ کتے بار زور لگائیں

گے ـــــ میم صاحب سے کتنے کراہیں گے ـــــ کونسی جنخ
پہ باہر آئیں گے ـــــ برآمد بھی ہوں گے یا کچے ہی گر جائیں
گے ـــــ جی بچے تو کیا عمر پائیں گے ـــــ کہاں کہاں بسیں گے
ـــــ کیا کیا کھائیں گے ـــــ کس کس مشن میں لونڈے پڑھائیں
گے ـــــ تم اپنے ہی گھر کے ایک ہی پیٹ کے مختصر احوال کے
کروڑوں حصوں سے ایک حصّہ کا بھی ہزارواں حصّہ نہیں بنا سکتے
کیا انہیں کو تمہارا علم عام ہے ـــــ " (ص ۱۳-۱۴)
اور پادری کو ذلیل کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
"خیر کسی کافر سے کیا شکایت مجھے تو ان ناسمجھ مسلمانوں سے تعجب آتا
ہے جو مہمل و بے معنی شکوک واہیہ سن کر متحیر ہوتے ہیں ـــــ
سبحان اللہ! کہاں اللہ ربّ السمٰوات والارض عالم الغیب
والشہادۃ سبحانہٗ وتعالیٰ اور کہاں کوئی بے تمیز، لونگا، ہیولیٰ،
ہبقہ ناپاک، ناشائستہ کھڑے ہوکر موتنے والا۔
خدارا انصاف وہ عقل کے دشمن دین کے رہزن جہنم کے کودن
ایک اور تین میں فرق نہ جانیں ـــــ ایک خدا کے تین مانیں ـــــ پھر
ان تین کو ایک ہی جانیں ـــــ بے مثل بے کفو کے لیے جورو بنائیں،
بیٹا ٹھہرائیں ـــــ اس کی پاک بندی ـــــ ستھری کنواری، پاکیزہ بتول
مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں ـــــ پھر خاوند کی
حیات ـــــ خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہو ـــــ اُسے
دوسرے کا گائیں ـــــ خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرا کر، اُدھر کافروں کے ہاتھ
سے سولی دلوائیں ـــــ ادھر آپ اس کے خون کے پیاسے، بوٹیوں کے
بھوکے، روٹی کو گوشت بنا کر دَرد َر چبائیں ـــــ شراب ناپاک کو اس
پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر غٹ غٹ چڑھائیں ـــــ دُنیا یوں سے

گذری ــــ اُدھر موت کے بعد "کفارے"، کو اُسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں ــــ لعنتی کہیں ملعون بنائیں ــــ اے سبحان اللہ! ــــ اچھا خدا جسے سولی دی جائے ــــ عجب خدا جسے دوزخ جلائے ــــ طرفہ خدا جس پر لعنت آئے وہ بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے ــــ اے سبحان اللہ! باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی ــــ باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولی ؟ ــــ باپ کے جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ سرکشوں کی چھٹی ــــ بے گناہ پر آگ ــــ امتی ناجی ــــ رسول ملعون ــــ معبود پر لعنت ــــ بندے مامون ــــ تف تف! ــــ وہ بندہ جو اپنے ہی خدا کا خون چوسے ــــ اس کے گوشت پر دانت رکھیں ــــ اُف اُف! ــــ وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں ــــ سخت فحش بیہودہ کلام گھڑیں ــــ اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں ــــ زہے بندگی ــــ خہ خہ تعلیم ــــ یہ یہ تہذیب! ــــ قہ قہ تعلیم"

(ص ــ ۱۷ ــ ۱۸)

سطر سطر سے انگریزوں کے خلاف نفرتوں کا لاوا اُبل رہا ہے کتنی سخت تنقید جس کو ہر باغیرت انسان محسوس کر سکتا ہے آخر میں اسلام کی حمایت اور دیلے عیسائیت کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اللہ اللہ یہ قوم! ــــ یہ قوم سراسر لوم ــــ یہ لوگ! ــــ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ ــــ جنہیں جنوں کا روگ ــــ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں ؟ ــــ اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں ؟ ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون ــــ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ــــ یہ پہلے اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں ــــ قاہرا اعتراض، باہرا ایرادُاس پر سے اُٹھالیں ــــ انگریزی

میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیش محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو ——— یعنی ربّ جبار ——— قہار ——— کے محکم قلعوں کو ——— تمہاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے ——— مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارۃ من سجیل کا سماں کعصف ماکول کا مزہ چکھا دے گا ——— (ص ۱۹) [۱]

کیا کوئی دوست اپنے دوست کو ان لفظوں سے نواز سکتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے نوازے جانیکے بعد کوئی دوست دوست ہی نہیں رہتا بلکہ دشمنوں کے صفِ اوّل میں کھڑا نظر آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی ملیح آبادی صاحب اور دیگر ان کے تمام "حواری حضرات" ایسے لوگوں کو دوست ماننے پر مصر ہیں تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے بہت سارے دوست عطا فرمائے جو ان لوگوں کو اس طرح کے "لطائف" سے نوازتا رہے اور وہ دوستی کا دم بھرتے رہیں۔

اور اب اس آخری مرحلے میں مَیں اس الزام کے پیچھے چھُپے ہوئے حقائق کا پردہ بھی اُلٹ دینا چاہتا ہوں جس کو اعلیٰ حضرت کے مخالفین حضرات بڑے جتن کے ساتھ چھپائے ہوئے تھے ایک بڑی اصولی بات جس سے قطع نظر کر کے ہم (فاضل بریلوی کا اختلاف جو ملیح آبادی صاحب کی تحریر کی روشنی میں نام نہاد تحریکوں کے حوالے سے واضح ہے) الزام کی حیثیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ جیسا کہ خود ملیح آبادی صاحب لکھتے ہیں:———

"اور وہ خلافتِ تحریک اور اس تحریک کے جانی دشمن تھے۔ جو

---

[۱] الصمصام علی مُشکک فی آیۃ علوم الارحام از امام احمد رضا ناشر بزم فکر عمل کراچی پاکستان اشاعت اوّل ۱۹۹۰ء صفحات مذکورہ ؛

انگریزی راج کے خلاف ہو۔" (حوالہ مذکور)

ملیح آبادی صاحب کی اس عبارت میں "تحریک خلافت" کے علاوہ جن دوسری تحریکوں کا ذکر ہے وہ تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ: ــــــ

یہ تحاریک کیا تھیں ان کا پس منظر کیا تھا اور ان کی ضرورت کیوں پیش آئی اس پر اختصار کے ساتھ کچھ روشنی ڈال دی جائے تاکہ اعلیٰحضرت کے موقف کو سمجھنے میں قارئین کو سہولت حاصل ہو ــــــ ترتیب کے اعتبار سے پہلے تحریک خلافت کا جائزہ لیتے ہیں۔

① تحریک خلافت

اس تحریک کے آغاز کی حقیقت ایک ترکی محقق جناب ڈاکٹر میم کمال اوکے (فاسفورس یونیورسٹی استانبول) کی زبانی سنیے:۔

جنگ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) میں برطانیہ اور اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اب امن کی بات چیت میں سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کی باری تھی۔ جنگ میں فتح حاصل کرنے والی سامراجی طاقتیں متارکۂ جنگ کی شرائط کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ تحت علاقوں اور ترکی پر قبضے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے جنوبی ایشیاء میں حالات خراب ہونے کے ڈر سے اپنے دباؤ اور ظالمانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔[1]

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) میں برطانیہ کو فتح حاصل ہونے کے بعد جنوبی ایشیاء میں حالات کیوں خراب ہونے لگے تھے۔

---

[1] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مترجم ڈاکٹر نثار احمد اسرار طباعت ۱۹۹۱ء ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۹۱ ؂

وجہ اس کی یہ تھی کہ انگریزوں نے پہلی جنگِ عظیم میں اپنی اعدادی قوت بڑھانے اور برتری حاصل کرنے کے لیے اپنی فوج میں جنوبی ایشیاء کے عوام (جن میں ہندو عموماً اور مسلمان خصوصاً دلیر بہادر اور فن سپہ گری میں ماہر ہونے کی وجہ سے) کو شامل کرنا شروع کر دیا۔ اور عوام کو فوج میں شمولیت پر مائل کرنے کے لیے ان کے قائدین سے خصوصی طور پر استدعا کی گئی۔ اور وعدہ انگریزوں نے یہ کیا کہ جنگ جیتنے کے بعد میں ہم ہندوستان کو آزاد کر دیں گے۔ مسلمان قائدین اس دھوکے میں آگئے اور قائدین کی ترغیب پر فوج میں شامل ہونے کے لیے مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ـــــــ اعداد و شمار ہم آئندہ کی سطور میں عرض کریں گے یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ خود ان مسلمان قائدین کی وجہ سے مسلمانوں نے فوج میں شامل ہو کر برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں کی طرف سے نہ صرف ترک مسلمان فوجیوں کے مدمقابل آئے بلکہ اُن کو عراق، مصر اور دیگر محاذوں پر شکست سے دوچار کیا۔ ان کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچایا اور ترکی کی سلطنت عثمانیہ کی سالمیّت پر کاری ضرب لگائی۔ میں بہت یقین اور اطمینان سے کہہ رہا ہوں کہ اگر مسلمانوں نے برطانیہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو یقیناً ترکی نہ ہارتا اور برطانیہ کو خواب میں بھی فتح نصیب نہ ہوتی۔

ع خود گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی اس مذموم حرکت سے ترکی کے مسلمانوں پر کیا ردِ عمل ہوا ہم اس پر بھی کچھ روشنی ڈالیں گے مگر فوج میں مسلمانوں کی شامل ہونے کے معاملے پر امام احمد رضا کا موقف کیا تھا ہم اسے پہلے دیکھ لیتے ہیں تاکہ فاضل بریلوی کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہو سکے اور نیز ہم یہ سمجھ سکیں کہ :- ع

"قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

فاضل بریلوی کے ایک سخت ترین مخالف (جو فاضل بریلوی کے انتقال کے بعد اُن کی شخصیت کے معترف ہو گئے تھے) جناب حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ باوجود مخالفت کے اپنی تصنیف میں یہ اعتراف کرتے ہیں :-

"ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔ لہ

قارئین اب کیا کیا جائے کہ فاضل بریلوی گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد دینے کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی انگریزوں کے ایجنٹ بقولِ مخالفین ہیں اور مخالفین فوجی امداد دینے کے بعد بھی انگریزوں کے دشمن آخر کیوں ؟ یہاں آکر ایک تاریخ کا طالب علم چکرا جاتا ہے اور جب تحقیق کے بعد واصل حق ہوتا ہے تو نہ جانے کتنی عباؤں اور قباؤں کا تقدس مجروح ہوتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اور جب تقویٰ و تقدس کی مقدس لباس میں چھپے ہوئے بھیڑ نما بھیڑیوں کا گھناؤنا کردار سامنے آتا ہے تو وہ نہ صرف ان سے متنفر ہوتا ہے بلکہ شدتِ نفرت کی بنیاد پر ان کے اس عمال کے وجہ سے اسلام اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ استغفراللہ! اور اب وہ زبانِ حال سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

"مقتدر علماء حضرات" کی مخالفت کے باوجود مسلمان فوج میں (قائدین کے ایماء پر) بڑھ چڑھ کر بھرتی ہوئے۔ آپ ذرا اعداد و شمار

لہ معین الدین اجمیری کلمۃ الحق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء، بحوالہ اوراقِ گم گشتہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۵۷۶۔

ملاحظہ کریں:۔

"(گورنمنٹ کے) ریکارڈز کے مطابق انگریزوں نے ۱۷-۱۹۱۶ء میں ایک لاکھ تیرہ ہزار، ۱۹۱۷ء میں ۲ لاکھ ۷۶ ہزار اور ۱۹۱۸ء میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو فوج میں لے کر محاذ جنگ پر بھیجا۔[۱]

محاذ پر ان کا مقابلہ کس سے تھا وہ بھی ترکی کے فاضل محقق کی زبانی سنیے:۔

مغربی یورپ میں اتحادیوں کی پیش قدمی مارن (MARNE) میں رُکنے کے بعد انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے برطانیہ نے جنگ کو جیتنے کے لیے ہندوستانی فوجیوں کو ہی زیادہ تعداد میں استعمال کرنا شروع کر دیا ــــ ہندوستانی فوجیوں نے عراق کی جنگ میں حصہ لیا اور قسمت کا کھیل دیکھئے کہ مصر میں انہیں اپنے ترک بھائیوں کے خلاف صف آرا ہونا پڑا، خصوصاً نہر سویز میں ان کے حملے کو روکنا پڑا۔ انہیں ترکوں کی بہادری اور فوجی کارناموں کا اچھی طرح علم تھا اور تاریخ کی کتابوں میں بھی ان کے بارے میں بہت کچھ پڑھا تھا ــــ لیکن یہاں انہوں نے اپنے ہم مذہب بھائیوں کو شکست دے دی ــــ ہندوستان کے "مسلمان" فوجی جوانوں اور افسروں نے اپنے ترک بھائیوں کو فلسطین سے بھی نکال کر اناطولیہ تک پیچھے دھکیل دیا۔"[۲]

اسی پس منظر میں ہندو فوجیوں کا کردار بھی ملاحظہ کریں:۔

"جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ جنگِ عظیم

---

[۱] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے ترجمہ ڈاکٹر نثار احمد اسرار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۴؛ [۲] ایضاً ص ۷۳

کے دوران زیادہ تر بار اُنہیں اُٹھانا پڑا تھا۔ ہندو اپنے مذہبی عقائد کی بنا پر تشدّد سے گریز کی حکمتِ عملی پر عمل پیرا تھے اور جنگ سے دُور بھاگتے تھے۔ جنگ کے دوران وہ زیادہ تر غیر فعّال رہے اور پچھلی صفوں میں غیر اہم ذمّہ داریاں انجام دیتے رہے۔" [لہ]

سیاسی قائدین حضرات نے مسلمان فوجیوں سے برطانیہ کی طرف سے ترکی کے مسلمان فوجیوں کا قتلِ عام کیوں کروایا تھا صرف اس لیے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد انگریز اپنے وعدہ کے مطابق ہندوستان کو آزاد کر دے گا اور یہاں ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر "سوراج" قائم ہو جائے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ فرنگی حسبِ عادت اپنے وعدہ سے مکر گیا۔ سیاسی قائدین کی ساری سیاسی بصیرت دھری کی دھری رہ گئی اور وہ اپنی اس مہم میں سخت ناکام ہوئے جس سے ان کے دل پر سخت دھچکا لگا اور ان کی امیدوں کا جنازہ نکل گیا۔

تھی جو انجانا امید اُن سے
اُس پہ پانی ذرا پھیر دیجئے

[لہ] یہ بہت بڑی تاریخی غلطی ہے کہ "ہندو پُر تشدد نہیں ہوتا"۔ حق بات یہ ہے کہ ہندو جتنا پر تشدّد متعصب اور ابن الوقت ہوتا ہے یہود و نصاریٰ کے بعد کوئی اور نہیں ہوتا ـــــ ایشیاء میں آریوں کے آنے کے بعد متحدہ ہندوستان کے مقامی باشندے مثلاً کول۔ بھیل۔ گونڈ سنتھال وغیرہ نے ان کے مظالم جابریت، تشدد اور خوف سے جنگل میں بھاگ کر پناہ لی اور ان کے لیے میدانی علاقوں میں رہنے کے لیے راہ ہموار کر دی ـــــ میں ایک تاریخ کا طالب علم ہوں لہٰذا مجھ کو یہ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ موجودہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف روز پھوٹ پڑنے والا فساد کا آتش فشاں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یہ قائدین دل سے بھرے ہوئے تھے مگر سوائے ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے کے کوئی اور چارہ نہیں تھا انہوں نے سلطنت عثمانیہ کو خود تباہ کیا اور اس کو تباہ کرنے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ یہ حضرات ملوث رہے۔ بلکہ شیخ مشیر حسین قدوائی نے بڑے افسوس کے ساتھ اعتراف کیا کہ :۔

"اگر مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ انگریزوں کی فتح کے بعد "اسلام کا چاند" یورپ میں گہنا جائے گا تو وہ جنگِ عظیم میں محاذ پر کبھی بھی" ترکوں کے خلاف نہیں لڑتے۔" [1]

جب ایشیائی مسلمان فوجیوں کے ذریعہ سلطنتِ اسلامیہ ترکی کی مسلم افواج کو شکست دے دی گئی، عثمانی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں فرنگیوں کی مدد کر دی گئی، فاتح کی حیثیت سے برطانیہ ترکی کے حصے بخرے کرنے لگا۔ سلطنت اسلامیہ کی سالمیت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا کر اب افسوس کرنا چہ معنی دارد ؟ ع

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ "وفا" نہ کام کیا

اب یہی لوگ جو "حامیان فرنگیان" تھے کل تک ترکی کے اسلامی سلطنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس پہ دال ہے اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ـــــ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کر دینے کے بعد جو فساد کا سلسلہ شروع ہوا اس میں ایک ایک دن میں ہزار ہزاروں مسلمانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی ہوئی بات نہیں ہے اخبار و جرائد، ریڈیو پریس گواہ ہیں۔ (نوشاد عالم چشتی)

[2] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۳

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ایضاً ص ۹۹ ؛

عثمانیہ کو انگریزوں کے ساتھ مل کر شکست پر شکست دے رہے تھے۔ فرنگی سپاہیوں کے ساتھ مل کر غارت گری اور تباہی مچا رہے تھے آج انگریزوں سے اپنی امیدیں پوری نہ ہونے کے باعث خلافت بچانے کا دم بھرنے لگے جب ان سیاسی قائدین کی جھوٹی انا پر فرنگیوں کی ضرب کاری لگی تو ان کو "اسلام" ـــــ اور ـــــ "خلافت" دونوں یاد آ گئے ـــــ ترکی کو ذلت آمیز حالت سے دوچار کر کے اب اُس کی خلافت بچانے کا نعرہ لگانے لگے ـــــ ورنہ اس سے پہلے ان سیاسی قائدین کو نہ "خلافت" یاد تھی اور نہ "اسلام کے احکام شرعیہ" اور ـــــ سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ جب "سلطان" "ترکی" نے اعلانِ جہاد کیا تو ـــــ حامیانِ خلافت کے قائدین میں سے کسی نے بھی نہ مسلمانوں کو جہاد کے لیے بھیجا اور نہ ترکی کی فوج میں بھرتی ہونے کے لیے ترغیب دی "چونکہ مسلمان جذباتی واقع ہوئے ہیں،" لہذا سیاسی قائدین نے فرنگیوں سے اپنی سیاسی شکست کا بدلہ لینے کے لیے "خلافت" کے نام پر مسلمانوں کے جذبات کو ابھارا۔ تاکہ فرنگیوں کی وعدہ خلافی کی سزا دی جائے۔ اور اب مخالفت اس حد تک کی جانے لگی کہ اگر کوئی مخالفت نہ کرے تو وہ کافر و غدار ہے اور لوگوں کو اب یہ باور کرایا جانے لگا کہ ترکی کی سلطنت اسلامیہ ـــــ خلافت اسلامیہ ہے اور "سلطان ترکی" تمام دُنیا کے مسلمانوں کے "خلیفہ" ہیں اور خلافت بچانے کے لیے جان دینا فرض ہے ـــــ بقول ڈاکٹر میم کمال اوکے کے : ـــــ

"(اس ضمن میں) ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو لکھنؤ میں انجمن اسلام کے زیرِ انتظام اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تقریروں کے بعد بعض اہم فیصلے کئے گئے۔ ان فیصلوں میں سے ایک میں کہا گیا کہ "عثمانی سلطان محمد ششم سارے مسلمانوں کے

خلیفہ ہیں اور اس سے متعلق مسائل میں غیر مسلموں کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے[۱]"

سلطنت عثمانیہ کو شکست سے دوچار کرانے کے بعد خلافت بچانے کا نعرہ لگانے والوں نے سلطان ترکی کے بارے بہت ساری ایسی باتوں کی بھی نشر و اشاعت کرنے لگے جن سے سلطان ترکی کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ خود ترکی کے فاضل محقق جناب میم کمال اوکے لکھتے ہیں :-

"دستاویزات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان عبدالحمید کا جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے درمیان اثر نفوذ بھی بڑھتا جا رہا تھا بعض مسلمانوں کے خیال میں وہ دنیا میں اُن کا روحانی لیڈر اور 'قطب' تھا ــــ سلطان عبدالحمید سے متعلق بعض واقعات کو افسانوی رنگ دے کر اسے ایک دیومالائی ہیرو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی ــــ ترک سلطان اُن کے لیے ایک اعلیٰ وارفع شخصیت ایک خاقان اعظم تھا۔"[۲]

جب کہ میم کمال صاحب خود اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ :-

"لوگ جو محض تیس سال پہلے تک یہ نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ جاننے میں دلچسپی بھی نہیں رکھتے تھے کہ خلیفہ کون ہے ؟"[۳]

ترکی کے ان نادان دوستوں سے فاضل بریلوی کا یہیں سے نقطہ اختلاف کا آغاز ہوتا ہے حالانکہ فاضل بریلوی خود اپنے تمام ترمحبین و مخلصین کے ساتھ ترکی کے سلطنت اسلامیہ کی مدد و حمایت میں بیمار رہونے کے باوجود سرگرم تھے لیکن مخالفین اپنی مذہبی غلطی پر فاضل بریلوی کی گرفت کا بدلہ سیاسی طور پر لینا چاہتے تھے ــــ لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے عوام

---

۱ تحریک خلافت۔ ڈاکٹر میم کمال اوکے اشاعت لاہور ۱۹۹۱ء ص ۹۴

۲ ایضاً ص ۴۵ ۳ ایضاً ص ۴۵

کے سامنے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا اور حدیث صحیح "الائمۃ من قریش" کا انکار کرتے ہوئے خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط کو ختم کر دیا۔ بلکہ آزاد صاحب شرط قریشیت پر حدیث و قرآن سے "آزاد" ہو کر بہت ساری آزادانہ باتیں بھی کیں۔ پھر عوام کو جذبات میں لا کر سڑکوں پر لایا گیا اور یہ تحریک جب کچھ طول پکڑ گئی تو پھر بڑے منظم انداز میں فاضل بریلوی کے خلاف بہتان بازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو آج تک مسلسل جاری ہے مگر خدا کی قدرت بھی بہت عجیب و غریب ہے وہ اپنے مخلص بندوں کو رسوا نہیں کرتا بلکہ ان کے لیے "شر" سے بھی "خیر" کا پہلو نکال دیتا ہے اور یہی فاضل بریلوی کے ساتھ بھی ہوا۔ محققین حضرات مخالفین کی "ان کرم فرمائیوں" کی بدولت اس طرف مائل ہوئے تحقیقی حوالے سے بہت ساری نئی نئی باتیں منظر عام پر آئیں جس سے جدید نسل کو بہت ہی زیادہ فائدہ ہوا ذالک اللہ فضل العظیم اور فاضل بریلوی کی شخصیت بلند و پُرعظم ہوتی چلی گئی جس کا اعتراف اب موافق اور مخالف سب کرتے ہیں ——

تحریک خلافت سے پہلے فاضل بریلوی کے مخالفین نے زبانی طور پر افواسازی کا بازار گرم کر رکھا تھا مگر "الزام" کو ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں تھا جس سے عوام کے سامنے کوئی ٹھوس دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکے —— لہذا انہوں نے بہت سارے فرضی مفروضے کی بنیاد پر دارالافتا اہل سنت بریلی اعلیٰ حضرت کے پاس مسئلہ بھیجنا شروع کیا لیکن فاضل بریلوی نے اس طرف بالکل توجہ نہیں دی اور آپ نے مصلحت وقت کے اعتبار سے خاموشی کو ہی بہتر جانا یہ مخالفین کی فاضل بریلوی سے ایک اور شکست تھی لہذا فرنگی محل سے جواب کے لیے شدت سے مطالبہ کیا گیا۔ فاضل بریلوی کے صاحبزادے حضرت علامہ

سیدی مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی
کی تصنیف دوام العیش فی الائمۃ من قریش کے مقدمے
میں لکھتے ہیں : ــــــ
ایک زمانہ ممتد تک باوجود سخت اختلاف کے ہم ساکت رہے
دارالافتاء میں سوال آیا کیئے اور ہم معرض التوا میں رکھا کیئے محض اس
خیال سے کہ شاید اس جھوٹے نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں
کو کچھ فائدہ ہو جائے ۔ اس وقت ایسی استفتاء کا جواب نہ دینا بہتر
ہے مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دے دیا گیا کہ
"ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں" ــــــ
عقل ہوتی تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب وصول ہوتا اسے بھی دبا
رکھتے اس کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے ــــــ مگر نہیں انہوں نے
ایسا نہ کیا ــــــ بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ
نادانستہ دشمنی کی اور اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں تیشہ مارا اس کی
اشاعت کر کے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ دارالافتاء بریلی اس میں
مخالف ہے انگریزوں کو جتا دیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں" [۱]

تحریکِ خلافت کا پس منظر سمجھنے کے بعد اب فاضل بریلوی
کا اس تحریک سے جو شرعی اعتبار سے اختلاف تھا وہ بھی سمجھ لیں ــ
جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ تحریک کی ابتداء ۱۹۱۹ء کے اوائل میں ہی
ہو چکی تھی چونکہ سلطان ترکی بذاتِ خود ایک سُنّی صحیح العقیدہ سلطان
تھے اور ان کی سلطنت سلطنتِ اسلامیہ تھی لہٰذا فاضل بریلوی خود بھی ان

[۱] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ
قادریہ لاہور ص ۱۴ ؛

کی مدد کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اپنی حسب استاعت مدد کی بھی۔
لیکن فاضل بریلوی سلطان ترکی کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے تھے کیونکہ
ان کا کہنا تھا کہ خلیفہ شرعی کے لیے فرمان رسولِ اکرم کے مطابق قریشی ہونا
شرط ہے۔ فاضل بریلوی اس مسئلہ میں خود تنہا نہیں تھے بلکہ الحمد للہ اکابرین
اُمت کی تشریحات ——— اور سلف صالحین کے اقوال ان کے ساتھ تھے
میں نے جب خود بھی اس معاملے کی تحقیق کی تو فاضل بریلوی کے موقف کو
اہلِ سنّت کے اعتبار سے حق پایا۔ ہاں "خلیفہ" کے لیے "شرط قریشیت"
کا انکار آج تک کسی اکابر سُنّی نے نہیں کیا بلکہ اس کے منکر سب سے پہلے خارجی
و معتزلی ہوئے۔ جب کہ اہل سنّت کا اس پہ اجماع رہا ہے ——— علامہ
عبدالرحمٰن ابن خلدون لکھتے ہیں کہ :-

"قریشی النسب ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اس پر سقیفہ بنی ساعدہ
کے دن صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا اس دن انصار نے سعد بن عبادہ انصاری
کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تھی اور یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ دو امیر چُن لیے
جائیں ایک انصار کا اور دوسرا قریش کا تو قریش نے حق امامت
پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان "الائمة من قریش
(امام قریشی ہی ہوں گے) سے استدلال کیا تھا اور اس سے بھی کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت فرمائی ہے کہ ہم تمہارے مخلصوں کے
ساتھ حسن سلوک کریں اور دوسروں سے جو بڑے ہیں درگزر کریں۔ اگر
امامت انصار میں ہوتی تو قریش کو انصار کے بارے میں یہ حکم نہیں کیا جاتا۔
انصار نے یہ دلیل مان لی اور امارت سے ہٹ گئے اور سعد کی بیعت
سے پھر گئے۔ علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں ہے لا یزال هٰذا
الامر فی هٰذا الحیّ من قریش۔ یہ خلافت اس قبیلہ میں ہمیشہ
باقی رہے گی۔ اس قسم کی اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ لہ

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

علامہ ابن خلدون کے اس تحریر سے اتنا پتہ تو ضرور چلا کہ یہ اُمت کا اجماعی مسئلہ رہا ہے کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ قریشی ہونے کی شرط ختم کرنا:

"یہ مذہب خارجیوں کا ہے ...... جمہور اس شرط کے قائل رہے اور اسی پر جمے رہے کہ قریشی ہی امامت کا حقدار ہے۔ اگرچہ اس سے مسلمانوں کے کاموں کا انتظام نہ سنبھل سکے"[1]

اب خود حامیانِ خلافت نے اس اجماعی مسئلہ میں رخنہ ڈال کر مسلمانوں کے درمیان اختلاف و افتراق کا بیج بویا۔ بار بار فاضل بریلوی کے پاس استفتاء بھیجا گیا۔ جبکہ فاضل بریلوی اس معاملے میں خاموش ہی رہنا چاہتے تھے تاکہ اپنے ترک بھائیوں کو کسی طرح سے بھی مدد ہو جائے اور وہ فرنگیوں کے اس ذلت آمیز معاہدے سے بچ جائیں اگر فاضل بریلوی فرنگیوں کے ایجنٹ ہوتے تو پھر کیوں حامیانِ خلافت سے شرعی اعتبار سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی خاموشی فرماتے۔ فرنگی محل سے شدت تقاضا کے باوجود یہ جواب کیوں دیتے کہ "ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں"؟ اگر وہ انگریزوں کے حمایت یافتہ ہوتے تو اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں فوراً ان نام نہاد استفتوں کا سہارا لے کر ۱۹۱۹ء میں ہی کوئی کتاب شائع کر دیتے جس سے انگریزوں کو فائدہ پہنچتا اور انگریز اس کی تشہیر کراتے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] مقدمہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مترجم اردو راغب رحمانی دہلوی ناشر نفیس اکیڈمی کراچی جلد اوّل طبع دوئم ۱۹۷۸ء ص ۳۵۸ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] مقدمہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون ناشر نفیس اکیڈمی کراچی جلد اوّل طبع دوئم ۱۹۷۸ء ص ۳۵۹

پھرتے۔ لیکن بفضلِ تعالیٰ ایسا نہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے خیر خواہ اور صحیح معنوں میں عبد المصطفیٰ ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں ؎

ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیا
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

تحریک کی ابتداء ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ مسلسل ۲ سال تک خاموش رہے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کے شروع میں ایک حسب ذیل استفتاء آیا۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں ـــــ فرضیت اعانت کے لیے بھی سلطان کا قریشی ہونا شرط ہے ـــــ یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے ـــــ یا کسی کے لیے نہیں ؟ ـــــ مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ 'مسئلہ خلافت وجزیرۂ عرب' میں ص ۴۳ سے ص ۷۰ تک حسب عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافتِ شرعیہ میں بھی قریشیت شرط نہیں یہ صحیح ہے یا غلط اور اس بارے میں مذہب اہلِ سنّت کیا ہے ؟

فاضل بریلوی کا جواب بھی ملاحظہ کریں :- ـــــ

الجواب :- الحمد للّٰہ الذی فرض اعانۃ سلاطین علی المسلمین وفضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارك وسلم الی یوم الدین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وابنہ وحزبہٖ کل اٰن وحین۔

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- ان الدین النصیحۃ للّٰہ ولکتابہٖ ولرسولہٖ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطینِ اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرے ـــ بروا ہ احمد ومسلم وابو داؤد والنسائی۔

سلطنت عثمانیہ ایدہا اللہ تعالیٰ ـــ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام ـــ نہ صرف سلطنت ـــ ہر جماعتِ اسلام ـــ نہ صرف جماعت ـــ ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے،

اس میں قریشیت شرط ہونا کیا معنی ـــ دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے ـــ اور وقتِ حاجت دُعا سے امداد واعانت بھی ـــ ہر مسلمان کو چاہیے ـــ کہ اس سے کوئی عاجز نہیں ـــ اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے ـــ اور ہر فرض بقدر قدرت ـــ ہر حکم بقدر استطاعت ـــ بادشاہ اسلام اگرچہ غیر قریشی ہو ـــ اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو ـــ امور جائزہ میں اس کی اطاعت تمام اور وقتِ حاجت اس کی اعانت ـــ بقدر استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے۔[1]

استفتاء کے ۷ سوالوں کا جواب دینے کے بعد آخری سوال کا جواب یوں دیتے ہیں :-

"البتہ اہل سنّت کے مذہب میں خلافتِ شرعیہ کے لیے ضرور قریشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۴۵ - ۴۶ :

علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہل سنّت کا اجماع ہے۔

اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی ـــــ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ اس سے مالا مال ہیں ـــــ بادشاہ وغیرہ قریشی کو سلطان ـــ امام ـــ امیر ـــ والی ـــ مَلِک کہیں گے ـــ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفاً اسی کا مترادف ہے ـــ ہر بادشاہ قریشی کو بھی نہیں کہہ سکتے ـــــ

سِوا اُس کے جو ساتوں شرط خلافت ـــ اسلام ـــ عقل ـــ بلوغ ـــ حریت ـــ ذکورت ـــ قدرت ـــ قریشیت ـــ سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمان فرمائے اعظم ہو ـــ!؎

فاضل بریلوی نے خلافت کے معاملے میں ٹھیک وہی بات کہی جو فاضل بریلوی سے بہت پہلے علامہ ابن خلدون اور تمام علماء اہلسنّت کہہ چکے ہیں ـــ اب آپ خود بتائیں کہ اجماع کا مخالف کون تھا؟ فاضل بریلوی یا حامیانِ خلافت تحریک ـــ لیکن ؎

اے عقل کے اندھوں کو اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

قربان جائیے فاضل بریلوی کی بصیرت اور مومنانہ فراست

؎ دَوامُ العیش از: امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۴۶-۴۷؛

یہ کہ آپ نے کتاب کو تکمیل کے مراحل میں ہی چھوڑ دیا آپ کے صاحبزادے سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ "دوام العیش" کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"شروع ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں فرنگی محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و باطل ادھام کے متعلق استفتاء کے جواب میں حضور پُرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک رسالہ "دوام العیش" فی الائمۃ من قریش تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کی مبحث سوم شروع فرمائی تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوئے اور اُسے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں جب وقت آئے گا تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائے گا یہاں تک کہ وصال شریف ہو گیا ۔۔۔۔ ایک سال سے زائد ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا ۔۔۔۔ اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہو گیا ہم نے اُسے اور زیادہ واضح و آشکار مثل جلوۂ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کے لیے اس روشن آفتاب کے چہرۂ پُرنور سے نقاب اُٹھا دیا۔[1]

تحریک خلافت کی ابتداء ۱۹۱۹ء سے ہے لیکن فاضل بریلوی نے تقریباً دو سال کے بعد شدت کے ساتھ تقاضہ کیے جانے کی وجہ سے ۱۹۲۰ء کے آخر میں خلافت کے مسئلہ پر لکھنا شروع کیا پھر اس کو ادھورا ہی چھوڑ دیا اور اس کو طبع بھی نہیں کرایا۔ دوسرے سال

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۴۱۔ ۴۲۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو آپ انتقال بھی کر گئے، پھر کچھ دنوں بعد خود اہلِ ترکی نے سلطان کو معزول کر کے "خلافت کی حقیقت کا بیچ چوراہے پر بھانڈا پھوڑ دیا" جس سے حامیانِ خلافت کی قلعی کھل گئی اور سہ

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

فاضل بریلوی کی فکر کو جلا ملی اور ان کا قول مبنی بر حق ثابت ہوا اور اب انگریز اس کتاب کی اشاعت سے ترکی کے خلاف کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے لہٰذا حضور مفتی اعظم ہند سیدی مصطفٰے رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے صرف احقاقِ حق کے لیے ۳۰ صفحات پر مشتمل شاندار مقدمے کے ساتھ اس کتاب یعنی دوام العیش فی الائمۃ من قریش کو فاضل بریلوی کے انتقال کے ایک سال بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء کو بریلی سے شائع کر دیا۔ رسالہ دوام العیش میں

اعلیٰ حضرتؒ حامیانِ خلافتؒ سے پوچھتے ہیں :۔

"رہا مسئلہ اعانت، کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں؟ ـــــ صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے؟ ـــــ کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لیے ادعائے خلافت ضرور ہوا؟ ـــــ یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے؟ ـــــ اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے؟ ـــــ یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے ـــــ اور جب کوئی وجہ نہیں؟ ـــــ تو پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لیے؟ ـــــ جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات منتظا فرادر اجماع صحابہ و اجماعِ اُمت واحادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک "لفظ خلافت" سے

شروع کر کے عقیدہ اجماعیہ اہل سنّت کا خلاف کیا جائے؟ ــــ خارجیوں اور معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے؟ ــــ دُور دراز کار تاویلوں ــــ تبدیلیوں ــــ تحریفوں ــــ خیانتوں ــــ عنادوں ــــ مکابروں سے حق چھپانے ــــ اور باطل ــــ پھیلانے کا ٹھیکہ لیا جائے؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔" [1]

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ : ــــ

"آغاز میں کہا اہلسنّت متغلب یعنی نا قد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں ــــ امامت سے اگر خلافت مراد جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود ــــ جس کا روشن بیان گذرا ــــ اور اگر سلطنت مقصود تو حق ہے ــــ مگر گذارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا ــــ اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ؟ ــــ خوامی مخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے ــــ؟ اجماع صحابہ و امّت اکھیڑا جائے ــــ؟ مذہب اہل سنّت وجماعت ادھیڑا جائے ــــ؟ سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہُ اسلام کی اعانت بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی؟؟؟" [2]

فاضل بریلوی کا مؤقف ہم نے اُن کی تحریرات کی روشنی میں واضح کر دیا۔ آخر میں مَیں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ فاضل بریلوی خود بنفسِ نفیس اس تحریک میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے مخالفین نے ان کی شمولیت کو ایک منظم سازش کے تحت روک دیا تاکہ عوام کو

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۵۵-۵۶ ؛ [2] ایضاً ص ۹۴ ؛

اُن سے متنفر کیا جا سکے اور ثابت کیا جا سکے کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں معاذ اللہ ـــــ فاضل بریلوی مخالفین کی اس چال کو خوب سمجھ گئے تھے اور ان کو اس کا اچھی طرح سے احساس بھی ہو گیا تھا لہٰذا خود فرماتے ہیں کہ: ـــــ

"اپنے محسودین اہل سنّت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے ـــــ نہ خود نہ وہ ـــــ خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھنا ہے ـــــ اہلِ عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے ـــــ اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہل سنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہے ـــــ مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے ـــــ لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلافِ مذہبِ اہلِ سنّت ہو کہ "وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں ـــــ"

"اور کہنے کو موقع مل جائے ـــــ کہ دیکھے اُنہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں" ـــــ "یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوتے ہیں" ـــــ تاکہ عوام اُن سے بھڑکیں ـــــ اور دیوبندیت اور وہابیت کے پنجے جمیں ـــــ"[1]

"یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوتے ہیں"۔ اس جملے کو بار بار پڑھ جائیے حرف حرف سے نصاریٰ کے خلاف نفرت کی بُو ٹپک رہی ہے جو نصاریٰ کا ذکر کرتے وقت اللہ رب العزت کی پناہ پکڑ رہا ہو وہ بہر حال نصاریٰ کا دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ

ع ـــــ نہ تھی جو دل میں تو کیوں آئی زباں پہ

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۹۵ ؎

رسولِ پاک علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے ''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے'' ــــ ہوا وہی جو فاضل بریلوی کہہ رہے تھے ــــ خود ترکی کے عوام بھی حضرت شیخ سلطان عبدالحمید نوراللہ مرقدہٗ کو خلیفہ نہیں جانتے تھے لہٰذا پہلے ان لوگوں نے سلطان کو معزول کیا پھر سلطنت کو ہی ختم کر کے مغرب کی ارتقائی لہر میں شامل ہو کر ترکی میں جمہوریت قائم کر دی ــــ اب جبکہ سلطان معزول ہو چکے تھے ترکی قوم پرست اقتدار پر چھا گئے تھے۔ ترکی سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کا جنازہ نکالنے کی سعی نامسعود کی جا رہی تھی۔ یورپی مفکروں کی تعلیمی خطوط پر (گنبدِ خضرا سے رُخ موڑ کر پیارے آقا رسول رحمۃ اللعالمین کی مقدس اور پاکیزہ تعلیم سے صدیوں پرانا ناطہ رشتہ توڑ کر) حکومت کی بنیاد استوار کی جا رہی تھی ــــ مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کی ان مذموم حرکتوں کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے ــــ اب جب سلطان کے منصب بقول سیاسی قائدین کے ''خلیفہ کی خلافت'' کو ختم کر دیا گیا تو تحریک بھی ختم کر دی گئی اور جب حمایت میں اس تحریک کو جاری رکھنا ضروری تھا تو یک لخت اسے ختم کر دیا گیا یعنی ؎

''یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا''

تعجب بالائے تعجب اس تحریک کا سب سے بڑا دلچسپ پہلو تو یہ ہے کہ مسٹر گاندھی جس کی آندھی سے مسلمان اپنا دین وایمان نہ بچا سکے وہ مسلمانوں کی خلافت بچا رہا تھا۔

پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے خلاف مسلمانوں کو جنگ لڑنے سے ترکی کے مسلمانوں پر کیا اثر پڑا اور سلطنت اسلامیہ کو ختم کرنے

میں وہ اثر کتنا کام آیا ذرا اُس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔ مثلاً
مصطفیٰ کمال اتا ترک نے کہا :-
"میں اتحادِ اسلام پر کیسے اعتبار کر سکتا ہوں جبکہ ۱۸۹۳ء میں
دربارِ خلافت اور مقامِ خلافت کا محاصرہ کرنے والے روسی فوجیوں
میں بہت سے مسلمان تھے ؟ ان لوگوں نے بلقان (رشیقہ) میں ترکوں
کے خلاف اسی جوش و خروش سے گولی چلائی جس طرح وہ میدانِ
عرفات میں لبیک اللھم لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں۔"
ایک اور ترکی مفکر خامہ فرسائی فرماتا ہے :-
"ذکی بے" فرماتے ہیں کہ خلافت اسلام کی بنیاد ہے اور اس
کے ذریعے سارے مسلمانوں کی ارواح اور قلوب ایک نکتے پر
جمع ہوتے ہیں۔"
دوستو! میں آپ سے پوچھتا ہوں ـــــ ؟ کیا یہ ہیچ مچ ایسا
ہی ہے ـــــ ؟ ذرا ماضی قریب میں ایک اُچٹتی سی نظر ڈال لیجئے
فتوئ جہاد جاری ہونے کے باوجود "مسلمانوں" نے ترکوں کو
عراق میں ـــــ درۂ دانیال میں ـــــ اور فلسطین میں بے دردی
سے قتل کیا ـــــ"
لگے ہاتھ اسی کے ساتھ ترکوں کا خلافت کے بارے میں تصوّر و
تاثرات بھی ملاحظہ کر لیں :-
"مصطفیٰ کمال پاشا نے (یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو) انقرہ کے نمائندے
کے طور پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ترکی میں عوام کی ایک حقیقی نمائندہ
حکومت قائم ہو چکی ہے ـــــ انہوں نے اپنی تقریر کے شروع
میں عظیم ترک قوم کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیا۔ ترکوں نے پندرھویں صدی
اوّل ایشیا کے وسط میں ایک سے ایک عظیم سلطنت قائم کر کے

یہ ثابت کر دیا کہ وہ جہان بانی اور حکمرانی کی ساری خصوصیات کے حامل ہیں
—— انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ اسلام کی تبلیغ و
توسیع کیسے ہوئی اور دنیائے عرب میں کون سی نمایاں تبدیلیاں رونما
ہوئیں —— انہوں نے خلافت کے منصب اس کی نوعیت میں
تبدیلی اور تاریخ میں اس کے مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے یاد دلایا
کہ سلجوقیوں نے سیاسی حکمرانی کے ساتھ ساتھ خلافت کے لقب اور منصب
کو استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ وہ اگر چاہتے تو ایسا
کر سکتے تھے" ——۔

مصطفےٰ کمال اتاترک کا ایک اور فرمان ذرا جگر تھام کر ملاحظہ
کریں: ——

"جو لوگ اب بھی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور اس غلط
خیال کے حامی ہیں کہ منصب خلافت کی حفاظت میں ہمارے بہت
سے مذہبی و سیاسی مفادات پوشیدہ ہیں، ان کے لیے میرا جواب
یہ ہے کہ وہ ترکی کے دشمن ہیں۔ براہِ کرم وہ مسلمانوں کو "خلافت
جیسے خیالی تصور" (معاذ اللہ) کے ذریعے گمراہ کرنے سے باز آجائیں"۔[1]

اب فاضل بریلوی کا خیال بھی سلطنت اسلامیہ ترکیہ کے بارے
میں کیا تھا اس کو ملاحظہ کریں تاکہ ملیح آبادی صاحب کی عنایتوں کا پردہ
چاک ہو سکے —— فاضل بریلوی کس والہانہ انداز سے اہل ترکی
وسلطنت عثمانیہ کا تذکرہ کرتے ہیں ایک نظر اس پر بھی ڈال لیں
فرماتے ہیں: ——

---

[1] تحریک خلافت از میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء (مذکورہ بالا
صفحات) ۲۳۸، ۲۴۴، ۱۶۹، ۲۳۵ ÷

"ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں ـــــ وہ خود اہلِ سنّت تھے ـــــ اور ہیں ـــــ مخالفت مذہب انہیں کیونکر گوارا ہوتی انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا ـــــ اپنے آپ کو سلطان ہی کہا اور سلطان ہی کہلوایا ـــــ اس لحاظ سے مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سے دل کشی میں کم نہ آیا ـــــ کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب و اجماع اہلِ سنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔" [1]

آپ نے فاضل بریلوی کے جذبات و خیالات سے آگاہی اور ان کی دلی کیفیات کا مشاہدہ اُن کی تحریر و رسائل کے حوالے سے کرلیا اور یہ بھی جان لیا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا اور بتایا کیا جاتا ہے؟ نیز یہ بھی جان لیا کہ فاضل بریلوی قائدین تحریک خلافت کے اس لیے مخالف تھے کہ اُنھوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے خود سلطنت عثمانیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا. لیکن ملیح آبادی صاحب نے حق کو چھپا کر فاضل بریلوی کی مخالفت کو دوسرے رنگ میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے اور یہ اہلِ علم کے شان کے منافی ہے ـــــ کیونکہ قرآن کا کہنا ہے بیشک اللہ سے صاحب علم حضرات ہی ڈرتے ہیں۔ اور خوف الٰہی کا تقاضا ہے کہ حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہا جائے اپنے اور پرائے کا امتیاز کرنا بہر حال اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اور نہ کسی مسلمان کے شایان شان ہے ؎

جھوٹوں کا اعتبار نہ رُوحوں کا اعتبار
اِس دَور میں فریب ہے چہروں کا اعتبار

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۹۵ ؎

خوش فہمیاں ہم اوڑھ کے بیٹھے تو یہ کھلا
آئینہ توڑ دیتا ہے چہرہ دل کا اعتبار
زخمی پروں سے لوگ اڑیں گے کہاں تلک
کب تک رکھیں گے باندھ کے جذبوں کا اعتبار

بفضل تعالیٰ اب تک بہت ساری حقیقتوں کا ادراک کر چکے ہیں، مزید انکشافِ حقیقت کے لیے ہم کچھ اور اوراقِ ماضی کو پلٹتے ہیں لیکن میں یہاں ایک بات اور بتانا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ انگریزوں کی وعدہ خلافی سے دل برداشتہ ہو کر جو تحریک بظاہر عثمانی سلطنت کو بچانے کے لیے بنام خلافت شروع کی گئی تھی اس کا اصل مقصد سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کو بچانا نہیں تھا بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر سیلف گورنمنٹ "سوراج" حاصل کرنا اور اس کے لیے چندہ کا حصول تھا ثبوت ملاحظہ کریں :۔ ڈاکٹر میم کمال اوکے لکھتے ہیں :۔

"مولانا محمد علی اور ان کے قریبی رفقاء کی گرفتاری اور کراچی کی عدالت میں پیشی کے بعد مسلمانان جنوبی ایشیاء کی قیادت کی ذمہ داریاں مولانا ابوالکلام آزاد نے سنبھالیں۔ انہوں نے ملک کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک دورہ کیا۔ خاص کر دلی کلکتہ اور بمبئی میں عوام کے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا اور اپنی ___ تقریروں میں ___ اس بات کا بار بار ___ اعادہ کیا کہ ان کا مقصد ہندوستان کی آزادی کا حصول ہے۔" [۱]

اب ذرا چندہ کی بابت بھی کچھ حقائق ملاحظہ کریں :۔

"ایک مآخذ کے مطابق اس وقت تک چندے میں جمع کی جانے

---

[۱] تحریکِ خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص : ۱۵۱ ÷

والی ۱۵ لاکھ (ڈیڑھ ملین) پونڈ جیسی خطیر رقم دھری رہ گئی اور مولانا محمد علی کا اسے ترکی بھیجنا ناممکن ہو گیا۔"[1]

لیکن اس میں سے کتنی رقم آسمان نے کھالی اور کتنی زمین نگل گئی، کس قدر ہنود کے ہاتھ لگی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور کتنا حق بحقدار رسید خدائے رب قہار وجبار کے علاوہ اور کون جانتا ہے؟ مگر فاضل بریلوی کو چندہ کے خرد برد کی حقیقت کا ادراک ہو چکا تھا۔ لہذا فاضل بریلوی ابوالکلام آزاد پر تنقید اور اُن کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے رسالے میں رقم طراز ہیں:۔

"ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے ——— اصل مقصود بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے ——— بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کردی ہے ——— بھاری بھرکم خلافت کا نام لو عوام بھڑیں ——— "چندہ خوب ملے" ——— اور گنگا جمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ——— [2]"

یہی وہ فاضل بریلوی کی علمی وشرعی تنقید ہے جسے ملیح آبادی صاحب اپنے ممدوح جناب ابوالکلام آزاد صاحب کی ذات پر برداشت نہ کرسکے "نتیجتاً" فاضل بریلوی کی ذات پر ملیح آبادی صاحب نے مختلف نئے نئے زاویوں سے بہتان بازی اور الزام تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور یوں بھی ملیح آبادی صاحب کا فاضل بریلوی سے فکری تصادم تھا۔ کیونکہ فاضل بریلوی امام اہلسنّت تھے تو ملیح آبادی صاحب "کمیونسٹ" (حوالہ

---

[1] تحریکِ خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۵۱ [2] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ ص ۹۵؂

گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے، لہذا بات یوں بنی کہ "ایک تو کریلا دوسرا نیم چڑھا"۔ یعنی ممدوح کی حمایت میں حقیقت کا خون تو ہو جائے مگر ممدوح کی ذات پر کوئی آنچ نہ آنے پائے ـــــ یاد رکھئے وقت اور تاریخ کے بے رحم ہاتھ کسی کی رو رعایت نہیں کرتے وقت اپنے حالات کے تناظر میں حقائق واضح کرتے ہوئے گذرتا چلا جاتا ہے اور تاریخ اُسے صفحۂ قرطاس پہ ثبت کر کے اپنے سینے پہ سجا لیتی ہے اور پھر ؎

وہ پوچھتا ہے پتہ اپنا اب خلاؤں سے
بہت تھا شوق اُسے خود سے بات کرنے کا

⑥ تحریک ترک موالات

یہ تحریک "تحریک خلافت" ہی کی دوسری شکل ہے جس میں کفر کی عیاریت ـــــ دشمنِ اسلام کی مکاریت ـــــ فتنہ ارتداد کی بنیاد اور اسلام کی تذلیل کا سارا سامان اپنے تمام تر لاؤ لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا اعلان کر دیا تھا لیکن ابھی تک اس تحریک نے کوئی قابلِ قدر کارنامہ نہیں انجام دیا تھا ابھی اس کے ذریعہ دھیرے دھیرے اہلِ ہنود کے دل میں انگریز سے نفرت اور اُن کی مخالفت کا جذبہ ڈالا جا رہا تھا لیکن برخلاف اس کے مسلمانوں کے دلوں میں پہلے ہی سے نفرتوں کا جذبہ انگریزوں کے خلاف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کیونکہ فرنگیوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ بہت سارے مسلمان مجاہدوں کو دریائے شور عبور کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا نہ جانے کتنے اَن گنت لوگ پھانسی کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ مسلمانوں کے دین، جائداد، املاک و معیشت کے تباہ کرنے میں کوئی رحم نہیں برتا گیا بلکہ خصوصی توجہ اس طرف دی گئی ـــــ غدار خریدے

گئے اور عام مسلمانوں کو تباہ کیا گیا اس لیے جنوبی ایشیاء کے عام مسلمانوں کی اکثریت انگریزوں سے شدید نفرت کرتی تھی ـــــ واضح ہو کہ میں یہاں اُن چند نام نہاد دشمنِ اسلام اور غداروں کی بات نہیں کرتا جن کا کام ہی انگریزوں کی چوکھٹ پر جھکنا اور رقص کے دوران اپنے پیروں میں بندھے ہوئے گھنگھروؤں کے ایک ایک بول اور ان کے جھنکاروں کو انگریزوں کے حکم کے تابع کر دینا تھا ـــــ جو نہ اپنا سر فرنگیوں کے حکم کے بغیر اُٹھا سکتے تھے اور نہ جھکا سکتے تھے۔ ایسے "ننگ اسلاف"، "ملت فروش" اور "اسلام دشمنوں" کی تعداد بس انگلیوں پر گننے کے قابل ہے جن کی کوئی لمبی چوڑی فہرست نہیں ہے اور جن کا وجود نا مسعود ہر دَور ہر ملک و ہر ملت میں رہا ہے۔ چونکہ میرا "موضوع خاص" یہ نہیں ہے چنانچہ میں یہاں ان کا نام بنام ذکر کرنا نہیں چاہتا تاہم میں نے ان کی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے ـــــ انشاء اللہ ہم کسی اور مقالے میں اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ تحریک ترک موالات کو سنبھالا دینے کے لیے مسلمانوں کے اس جذبے کا سہارا لیا گیا تاکہ تحریک میں جان پڑ جائے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ مسلمان انگریز دشمنی میں اتنا آگے نکل گئے کہ ہنود کے ساتھ مل کر اپنا تشخص کھو دیا۔ اپنی امتیازی حیثیت بھول گئے ـــــ شعارِ دین کا خود مذاق اُڑانے لگے ـــــ یہ ہندو مسلم اتحاد بالکل یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کر گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ گائے کی قربانی کو "ہندو بھائیوں" کی خوشنودی پر خود قربان کرنا شروع کر دیا گیا۔ بلکہ بعض حضرات نے اپنی اس مطلب براری کے لیے حدیث پاک میں تحریف اور کلامِ الٰہی کی غلط تفسیر کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ اس تشویش ناک صورتِ حال سے علمائے حق کو پریشان ہونا

لازمی امر تھا ـــــ چونکہ اس دور کا بھیانک منظر آج ہماری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہے لہذا ہمیں اس کی شدت کا احساس نہیں کہ آج سے ستر یا چھیتر سال پہلے برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں پر کیا گذری ـــــ ذیل میں ہم حضرت علامہ پروفیسر سیدی محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا ان کی تصنیف سے) ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، باقی آپ خود اندازہ لگائیں :-

" فدائیانِ وطن مسلم اور ہنود کے " اتفاق و اتحاد " کا مقصد تو یہ تھا کہ اغراض سیاسی و ملکی میں دونوں قومیں یک زبان ہوکر مطالبہ پیش کریں اور دونوں ملے تھا ایک بن کر انتظامات میں شریک ہوں ـــــ اس اتفاق کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا ـــــ اور نہ ہرگز ہونا چاہیے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں ـــــ

اگر اس صدی کے مسلمانوں کے نزدیک اُن کا دین ان کی شاہراہِ ترقی میں سنگ راہ ہے تو انہیں اس کا اختیار ہے کہ اس صراطِ مستقیم اور اس دین قدیم سے اپنے کو علیحدہ کرلیں اور جو مذہب اُنہیں دنیاوی متمتعات سے مالا مال کر دے اُسے اختیار کرلیں ـــــ

لیکن اس کا انہیں اختیار نہیں کہ اپنے کو مسلم اور مومن کہہ کر " قوانینِ ایمان " اور " شریعت اسلام " میں اصلاحیں دیں اور ایک مذہب ممزوج اور ایک دین مرکب ایجاد کریں ـــــ اس نئے دین سے وہ مقدس اسلام جسے آج سے چودہ سو برس قبل ہمارے پیغمبر روحی خدا لائے تھے ـــــ اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہے اور مثل دیگر ادیان باطلہ اسے بھی ایک دین باطل کے لقب سے خطاب کرتا ہے ـــــ

مسلمانو! ذرا انصاف سے کام لو تم نے مساجد کی کیسی بےحرمتی اپنے ہاتھوں سے کی ہے ——— کیا مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ نجس و ناپاک کا مسجد میں جانا شرعاً سخت ممنوع ہے ——— اہلِ ہنود کے مذہب میں "بجز مسلمانوں کے "وجود" کے اور کوئی شے نجس نہیں ——— علاوہ نجاست کفر و شرک کے وہ دیگر نجاست ظاہری سے آلودہ رہتے ہیں ——— اُنہیں تم مساجد میں لے گئے۔ ممبر یا مکبرہ جو ساری مسجد کا ایک ممتاز مقام ہے اُس پر تم نے ہنود کو جگہ دی تبلیغ و ہدایت کے لیے ان سے مصر ہوئے ——— ذرا ایمان کو سامنے رکھ کر کہنا کہ ممبر کس کی جگہ تھی ———؟ اور اس پر سے کس کی صدائے تلقین و تبلیغ بلند ہوئی تھی اور تم نے اس عظمت کو کس بے دردی سے پامال کیا ———؟ ہنود مساجد میں توحید کی آواز سننے اور مشرکانہ اعمال کی خطاری سمجھنے اور ہدایت پانے کے لیے اگر جاتے یا لے جائے جاتے تو سہو اور غلط کاری کا ایک بہانہ بھی تھا۔
لیکن خاص خانۂ خدا اور توحید کے مکان میں مبلغ کی حیثیت سے ہنود کو سربلندی بخشنا اسی صدی کے مدعیانِ اسلام کا خاصہ ہے"۔[1]

۵ عبارت لفظ بہ لفظ پھر تشریح دیکھیں:

اجی اس میں بڑی گہرائیاں ہیں (انجانا چشتی)

آپ نے جس اقتباس کی ورق گردانی کی ہے۔ یقیناً یہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔ لفظ لفظ اور حرف حرف سے حقیقت عیاں ہے اور کیوں نہ عیاں ہو کہ ادب معاشرہ کا آئینہ ہے آپ بھی اس آئینہ میں

---

[1] الارشاد از پروفیسر محمد سلیمان اشرف طباعت پاکستان بار اول ۱۹۸۱ء ناشر مکتبہ رضویہ لاہور ص ۱۵-۱۶

ذرا ماضی کے بھیانک چہرے کو دیکھ لیں کہ اسلام پر غیروں کے علاوہ اپنوں نے کیسا مشق ستم ڈھایا ہے دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ لیکن میں اس پر کچھ تبصرہ کروں اس سے پہلے اس اقتباس کی حقانیت کی دلیل کے لیے چند شواہد خود آزاد صاحب کے حامی قلمکاروں کے گھر سے دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں کوئی تردد کوئی شک نہ رہ جائے اور مجھے بھی آپ تک حقائق پہنچانے میں اطمینان قلب حاصل ہو جائے ۔۔۔۔

عبدالقوی صاحب لکھتے ہیں :۔۔۔۔

"۱۹۱۹ء آتے آتے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا اس قدر زور تھا کہ کلکتہ اور دہلی کے مسلمانوں نے غیر مسلموں کو بھی جلسوں میں شریک ہونے کے لیے مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دی تھی ۔۔۔۔ دھلی کے مسلمانوں نے "شردھانند" سے جامع مسجد میں تقریر کرائی جس کے خلاف "بعض اخبارات" نے "انگریزوں" کے اشارے پر آواز اٹھائی اس لیے کہ انہیں یہ "اتحاد" پسند نہ تھا۔"[1]

اب ذرا ابو سلمان شاہجہاں پوری صاحب کو بھی ایک بھرپور نظر دیکھ لیں تاکہ ہدف تک پہنچنے میں مزید آسانی ہو جائے ۔

"تحریک ترک موالات کے زمانے میں یعنی آواخر ۱۹۲۰ء میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی ۔۔۔۔ لیکن اس کا باقاعدہ افتتاح ۱۳ دسمبر ۱۹۲۰ء کو "گاندھی جی" کے ہاتھوں کرایا گیا ۔۔۔۔ اس موقع پر بہت سے ہندو اور مسلمان جمع تھے اس تقریب میں گاندھی جی نے ایک تقریر کی اور معائنہ رجسٹر پر اپنے ہاتھوں سے تحریر

---

[1] ابوالکلام آزاد - از عبدالقوی دسنوی اشاعت اول ۱۹۸۷ء ناشر ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ص ۶۶ ؛

جب مسلمان سوامی شردھانند جیسے ہندوؤں کو بھی جامع مسجد میں اپنی تقریبات میں تقریر کرنے کیلئے مدعو کرتے تھے

تکلیف کا موسم!

اپنی جانکاری میں ہمارا تہواروں کا موسم مختلف طبقوں کے درمیان کبھی بھی اپنے اختلافات سے شروع نہیں ہوا تھا۔ اس مرتبہ ہوا ایک وقت تھا جب ہم اپنے گلی محلوں میں دسہرہ اور رام لیلا کی رنگ برنگی پوشاک والے سجے ہوئے رقص اور ڈراموں کو دیکھنے کی دلچسپی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ ان میں ہندو مسلم سکھ عیسائی جیسا کچھ بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ سب ہماری ساجھی پرمپرا کا حصہ ہے۔ آج ہمیں خدشہ بنا رہتا ہے اور پیار نفرت کرتے ہیں۔ کہ وہ جلد ہی سے جلدی بنا کسی فرقہ وارانہ تشدد یا نامے کے ختم ہو جائیں۔ ایک وقت تھا۔ جب مسجدوں کے باہر سے ہندو اور سکھوں کا جلوس نکلتا تھا۔ خیر سگالی کا اظہار کرنے کے لئے مسلمان ان کو مالائیں پہناتے تھے۔ میں نے گورونانک کے جنم دن پر ایک ایسا جلوس بھی دیکھا ہے۔ جس کی قیادت سب کی سب مسلمان لڑکیوں کے ایک بینڈ سے کی گئی تھی۔

• خوشونت سنگھ •

ایک بھارتی غیر مسلم صحافی کا اظہارِ حق اور اس سے استدلال ۔ (نوشاد عالم چشتی)

آج مسلمان شور و غل مچا کر کہتے ہیں۔ کہ یہ جلوس ان کی عبادت میں خلل ڈالتے ہیں۔ جو کہ الیا ہی ہے۔

کیوں کہ جلوس میں شامل لوگ جیسے ہی مسجد کے نزدیک سے گذرتے ہیں وہ بھڑکانے والے نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت کی یاد تو ابھی بھی تازہ ہی ہے۔ جب مسلمانوں نے سوامی شردھانند جیسے ہندوؤں کو جامع مسجد کے اندر سے اپنی تقریبات کو خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ آج اسی جامع مسجد کے شاہی امام جنگجویانہ طریقہ سے اپنی تلواروں کی دھار تیز کرتے ہوئے ہندوؤں کی جنگجو تنظیموں کو چیلنج کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک وقت تھا جب ایک طبقہ کی طرف سے خیر سگالی کا اظہار دوسروں کی طرف سے اس سے بھی زیادہ خیر سگالی کی باتوں سے کیا جاتا تھا۔ اور آج ہمارے دونوں طبقے کے لیڈر سے زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے پیچھے چلنے والے گروہوں کو خیالی بے عزتی کے خلاف مورچہ لگانے کے لئے بھڑکاتے رہتے ہیں۔

جیسے کہ کہا۔
یاد رکھو کہ
تم نے میرے کتے کو مارا
میں تمہاری بلی کو مار دوں گا۔

یہ سب دھرم کے نام پر ہوتا ہے۔ تب کیا یہ کوئی انوکھی بات ہے کہ عورت دار مرد اور عورتیں مندروں مسجدوں گردواروں گرجا گھروں کو دادوں کی طرف سے اپنی پیٹھ موڑتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔

کیا تھا ——— "میں مدرسہ کی ترقی کے لیے دُعا (دعا) کرتا ہوں"۔[۱]

یہ گھر کی آواز ہے اس پر ضرور دھیان دینا چاہیے ——— ممکن ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مخالف حق بیان کرنے سے اعتراض کرے۔ لیکن یہ گھر کی صدائیں تو جھوٹ بغض و حسد پر مبنی نہیں ہیں ——؟ لہٰذا کہنے دیا جائے کہ فاضل بریلوی کے خلیفہ حضرت مولانا پروفیسر سیّد ی محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تحریر میں جو اندیشہ ظاہر کیا ہے وہ عین حقیقت میں واقع ہوا ہے یہ کسی تصوراتی ذہن کا خیالی ناول نہیں ہے ——— حد تو یہ ہے کہ "مسجد میں تقریر" کرانے اور مدرسہ کا "باقاعدہ" افتتاح کرانے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ——— بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کے وہ "کارہائے نمایاں" انجام دیئے گئے جسے کرنے کے بعد مسلمان مسلمان نہ رہا وہ کفر کے ہاتھوں کا ایک کھلونا محض بن گیا تھا ——— ضخامت کے بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے ان تمام کاموں کا ایک جامع فہرست دیتا ——— تاہم میں ان میں سے چند باتیں ضرور آگے چل کے نقل کروں گا تاکہ ہماری آنے والی نسل کو "آزاد صاحب" اور "حامیان آزاد صاحبان کے" بارے میں تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ہی معلومات حاصل ہو جائیں اور وہ غلط پروپیگنڈہ سے گمراہ ہونے سے بچ جائے۔ آج کل یوں بھی ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں تحریف وخیانت اور کتر بیونت کا کام بڑے خاموش انداز میں جاری ہے ——— تاریخ کو بدلنے اور اس کو مسخ کرنے کا کام ایک بڑے منظم انداز میں شروع

---

[۱] ابوالکلام آزاد از عبدالقوی دسنوی۔ اشاعت اول ۱۹۸۷ء ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ص ۱۷

ایسا لگتا ہے کہ آزاد صاحب نے "سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" کا محاورہ غالباً نہیں پڑھا تھا اور نہ انہیں فلسفہ نفاق پر یقین تھا ــــــ ورنہ وہ خدا کے فرمانِ عظیم لایالونکم خبالاً ــــــ "یعنی کافر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔" سے بغاوت کرنے کی جسارت نہ کرتے ــــــ خدا جانے وہ کیسے مفسر تھے کہ اس طرح کی تمام قرآنی آیات اور ان کے احکامات "آزاد صاحب" کی نظروں سے یک لخت غائب ہو جاتے تھے یا انہیں نظر ہی نہیں آتے ــــــ لیکن قرآن و حدیث کی خامیاں ہمیشہ ان کی نظروں میں رہتیں اور دل میں کھٹکتی تھیں لہٰذا ــــــ جب ان سے پوچھا گیا تو جناب ملیح آبادی صاحب کا بیان ہے کہ ابوالکلام آزاد نے ان کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:۔

"حدیث انسانی سوسائٹی کیلئے قانون کا سوتا نہیں ہو سکتی" ..... ہا لکیر ہدایت کا ضامن قرآن ہے اور قرآن محدود سے چند قوانین کا حامل ہے" یہ اس لیے کہ کوئی بھی قانون اختلاف ازمنہ، و حالات کی وجہ سے ساری دنیا پر نہ نافذ ہو سکتا ہے نہ مفید ہو سکتا ہے" ــــــ دراصل شریعت کی اساس جلبِ مصالح اور دفع مفاسد پر ہے"[1]

"حدیث انسانی سوسائٹی کے لیے قانون کا سوتا نہیں ہو سکتی"

اس عبارت کی معنویت پر ذرا آپ غور کریں کہ اس میں کونسا جذبہ کارفرما ہے ــــــ آزاد صاحب کی نظر میں فرمانِ رسالت کی حقیقت کیا ہے؟ ــــــ پرویز اور آزاد کی فکروں میں اب فرق ہی کیا ہے؟

---

[1] ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت مرتبہ رشید الدین خاں اشاعت اوّل ۱۹۸۹ء ناشر ترقی اردو بیورو نئی دہلی ص ۸۶ ؎

کر دیا گیا ہے تاکہ یہ پاکباز نفوس اپنے بزرگوں کی ان "کرتوتوں" پر پردہ ڈال سکیں جن سے ماضی میں مسلمانوں کو سخت نقصان دینی، جانی، مالی تمام اقسام کا پہنچا ہے۔ کاش محققین اس پر بھرپور توجہ دیتے ـــــ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو ایسے بولتے چلے جاتے ہیں کہ جیسے انہوں نے پوری زندگی میں کبھی بھی سچ بولنا سیکھا ہی نہیں ہے ـــــ خدا کی پناہ ـــــ خوفِ خدا اور یومِ جزا کے احتساب کے تصور سے بھی یہ لوگ ذہنی و فکری طور پر عاری ہو چکے ہیں ـــــ بات سے بات نکلتے ہوئے مزید کوئی دوسرا رُخ نہ اختیار کر لے ہم اپنے اصل موضوع پر پھر آجاتے ہیں۔ اور پھر آپ آزاد صاحب کے ایک اقتباس سے اپنے ذہن کا رشتہ جوڑ لیں اور "فرمانِ آزاد" ملاحظہ فرمائیں کہ فرماتے ہیں :۔

"میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں کہوں گا ـــــ ایک یہ کہ اپنے "ہندو بھائیوں" کے ساتھ پوری طرح متفق رہیں ـــــ اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا کہ ایک جماعت سے کوئی بات نادانی کی بھی ہو جائے تو اُسے بخش دیں ـــــ اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے اس "مبارک اتحاد" کو صدمہ پہنچے ـــــ دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی پر پوری طرح اعتماد رکھیں اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں جو اسلام کے خلاف ہو اس وقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھ ان کے مشوروں پر کاربند رہیں۔" [1]

---

[1] بیس بڑے مسلمان۔ مرتب عبدالرشید ارشد اشاعت چہارم ۱۹۸۳ء ناشر مکتبہ رشیدیہ لاہور ص ۲۳۷ ؛

جب پرویز منکرِ حدیث ہے تو پھر آزاد صاحب حامیانِ حدیث میں کب سے شامل ہو کر "اہلِ حدیث" کے محبتوں کا مرکز بن گئے جو رات دن ان کی پرستش کرتے پھرتے ہیں ـــــ فاضل بریلوی کے مخالفوں کا یہی وہ دوہرا کردار ہے جس کا سمجھنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل بہت ہے جسے دیکھ کر اہلِ تحقیق بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں ؎

الٰہی یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
یہاں سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی "مکاری"

آزاد صاحب کا یہ کہنا کہ :ـــــ

"قرآن معدودے چند قوانین کا حامل ہے یہ اس لیے کہ کوئی قانون بھی اختلافِ ازمنہ و حالات کی وجہ سے ساری دُنیا پر نہ نافذ ہو سکتا ہے نہ مفید ہو سکتا ہے"

کتنی دل آزار بات ہے اور کس قدر کمیونزم سے متاثر ـــــ جناب آزاد صاحب یہ فرماتے ہوئے بھول گئے کہ "یونیورسل قوانین ـــــ (UNIVERSAL LAWS) کی آفاقیت مسلّمہ پوری دُنیا میں ہے۔

- کیا خدائے قدیر تمام کائنات کا خالق مالک حاکم قادر قیوم نہیں ہے ـــــ؟
- کیا اس کے علم سے کوئی بات کسی زمانے کے لیے بھی پوشیدہ ہے ـــــ؟
- کیا زمانے کے حالات اور اس کی گردش، نقل و حرکت اُس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں ـــــ؟
- کیا ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر اس کا قول نہیں ہے ـــــ؟
- تو پھر اس طرح کے "آزادانہ قول" سے فرمانِ ربّ العالمین، قل انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کی اپنی معنوی حیثیت ہی کیا

رہ جاتی ہے ــــــ؟

اور اس طرح کی فکری روش کو پروان چڑھانے کے بعد ہم توقع رکھیں کہ اس زمانہ کے موجودہ مسلمان بھی قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کے مکمل پیروکار نظر آئیں سوائے دیوانے کی بڑ کے اور کیا ہو سکتا ہے ــــــ؟

اگر یہی بات کوئی کھلا کافر یا کوئی مستشرق کہتا تو میں اُسے "اسلام دشمن" ــــــ "سر پھرا" کہہ کر دل کو تسلی دے دیتا ــــــ لیکن جو کلمے کے لبادے میں اس طرح کی بات کرے تو اُسے کیا کہہ کر دل کو تسلی دی جائے ــــــ؟ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ فاضل بریلوی کے مخالفین قرآن و حدیث کی حمایت اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے نہیں کرتے بلکہ انہیں اپنے "بزرگوں" کی رضا جوئی "منظور" ہوتی ہے ــــــ اگر یہ بات کوئی اور کہے تو اُس کا ڈٹ کر مکمل رَدّ کیا جائے گا ــــــ مگر یہ بات چونکہ "آزاد صاحب" نے کہی تو اب اس کا رَدّ نہیں بلکہ دُور دراز کے تاویلاتی مکر و فریب کی بنیاد پر اس تحریر کی حمایت کی جائے گی اور آزاد صاحب کی جگہ جناب عبد الرشید ارشد کی تصنیف "بیس بڑے مسلمان" کے اوراقِ مقدسہ پر ہوگی

اندازہ لگا لیں ــــــ جب ان کے "بیس بڑے مسلمانوں کا یہ حال ہے تو پھر اُن کے دیگر چھوٹے مسلمانوں کا کیا حال ہوگا" ــــــ؟ دیگ کے پورے چاول چیک کرنے کی بجائے چند نمونے ہی کافی ہوتے ہیں۔

فاضل بریلوی نے جب آزاد صاحب کی اس طرح کی تحریر دل کو دیکھا تو آپ نے اس کا تعاقب کیا جس سے حامیانِ آزاد کے دلوں پر بغض و حسد کی چوٹ اُبھر آئی "نتیجتاً" بپھر پڑے۔

فاضل بریلوی ایک جگہ آزاد صاحب کی علمی گرفت یوں فرماتے ہیں:۔

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور ——— وہ "من" کا ترجمہ "سے" اور "إلیٰ" کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا ——— اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو "اثنان" کی جگہ "احد" فرمایا جاتا۔" [1]

آزاد صاحب کی اسلام مخالف تحریر پر فاضل بریلوی کی ایک اور گرفت ملاحظہ کریں :-

"مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام آئمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب مانتے ہیں ——— اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام اُمت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے ——— دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اهدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمہیں راہِ حق کی ہدایت کروں گا۔" [2]

آزاد صاحب کے اس "مبارک اتحاد" پر جی چاہتا ہے کہ میں خود کوئی تبصرہ نہ کروں بلکہ آپ کی صوابدید پر ہی چھوڑ دوں تاکہ آپ اپنی ذاتی رائے سے خود کو بھی مطلع کر سکیں لیکن میں اس "مبارک اتحاد" سے جنم لینے والی تحریک ترکِ موالات سے پیدا ہونے والے نتائج کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا دیتا ہوں ——— تفصیلات کے لیے مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر سیدی محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف "تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم" کا مطالعہ کریں جو اس موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور تحقیقی کتاب ہے اور جو

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ لاہور ص ۱۰۱ [2] ایضاً ص ۱۰۰ :

مراجع کی حیثیت اختیار کر گئی ہے ـــــ آخر میں ابو سلیمان شاہجہاں پوری صاحب کو ان کی ایک غلطی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جناب ابو سلیمان صاحب نے اپنے ممدوح کے محبوب گاندھی جی کے "لَلّھُوں" کا تذکرہ کرتے وقت اس کی صفت "مبارک" یا "مقدس" بھول گئے ہیں جیسا کہ آزاد صاحب نے "اتحاد" کے ساتھ خود "مبارک" کا لفظ استعمال کیا تھا اور وہ سیاسی وفکری طور پہ آزاد صاحب کے حامی ہونے کے باوجود بھی "آزاد صاحب" سے "آزاد" ہو گئے ہیں یقیناً ان کے اس فعل سے آزاد صاحب کی روح تڑپ گئی ہوگی۔

دوستوں کے ہجوم میں ناصر
میرے اندر کا شخص تنہا ہے

یہ تحریک ہندو مسلم دوستی کی بنیاد پر چلائی گئی تھی لہذا پہلے دوستی کا نتیجہ دیکھیں پھر تحریک کا نتیجہ دیکھیں گے۔

نتائج دوستی

حضرت علامہ مولانا محمد میاں قادری صاحب علیہ الرحمۃ نے انصار الاسلام کے جلسے میں (منعقدہ بریلی ۲۲ شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) اپنے صدارتی خطبہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا:

(۱) قشقہ لگوانا
(۲) مشرکوں کی جے پکارنا
(۳) رام لچھمن پر پھول چڑھانا
(۴) راماین کی پوجا میں شریک ہونا
(۵) ارتھی کندھوں پر اٹھانا ـــــ اور مرگھٹ لے جانا
(۶) مشرک میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور وہ بھی مسجد میں
(۷) مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے جلسے کرنا

(۸) اللہ کو رام کہنا
(۹) خطبہ جمعہ میں مشرک کی تعریف کرنا
(۱۰) دسہرے[1] میں شریک ہونا
(۱۱) سنکھ بجانا
(۱۲) قربانی گاؤ کو بھینٹ چڑھانا
(۱۳) قاتل مشرکوں کی رہائی کی کوشش کرنا
(۱۴) قربانی کی گائے زبردستی چھین کر اس کو گئوشالہ پہنچانا [2]

فاضل بریلوی کے خلیفہ پروفیسر سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمۃ نے جن امور کی نشاندہی فرمائی ہے وہ یہ ہیں :۔

(۱) ہندو لیڈروں کو مساجدوں میں لیجا کر منبروں پر بٹھایا
(۲) مسلمان مندروں میں گئے ولہاں دعائیں کیں قشقہ لگوایا
(۳) گاندھی کے حکم سے ستیہ گرہ کے دن روزہ رکھا
(۴) وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا
(۵) کرشن جی "کو" حضرت موسیٰ کا لقب مان لیا گیا
(۶) بدایوں کے ایک جلسے میں ایک ہندو مقرر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان "رام لیلا" منائیں ـــــ ہندو محرم منائیں ۔ [3]

---

[1] نوٹ :۔ "دسہرہ" اہلِ ہنود کا ایک مذہبی تہوار ہے جس میں مورتی کے ساتھ جلوس نکالتے ہیں ۔

[2] خطبۂ صدارت از : محمد میاں قادری مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ۱۹۲۰ء ص ۳۰ ـــ ۲۹ ۔ ملخصاً

[3] الرشاد از پروفیسر سید سلیمان اشرف بار اوّل پاکستان ۱۹۸۱ء ناشر مکتبہ رضویہ لاہور ص ۱۵ ـــ ۱۶ ـــ ۱۷ ملخصاً ؛

خود فاضل بریلوی نے جن امور کی نشاندہی کی وہ یہ ہیں:۔

(۱) گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ۔۔۔ کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ۔۔۔

(۲) خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ

(۳) قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں کی پوجا کراؤ۔۔۔

(۴) نبوت نہ ختم ہوئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے (معاذ اللہ معاذ اللہ)

(۵) ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا۔۔۔

(۶) دوسرا[۱] (شخص) جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے۔ اور اس میں خلفائے راشدین حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بجائے گاندھی کی مدح "مقدس ذات" ستودہ صفات" وغیرہ لفظوں کے ساتھ گاتا ہے۔[۲] (ملخصاً)

---

[۱] نوٹ:۔ نماز جمعہ کے خطبہ میں مسٹر گاندھی کی تعریف وتوصیف سننے کے عینی شاھد جناب مولوی احمد مختار صدیقی میرٹھی (رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔۔۔ یہ خبر اخبار مشرق (گورکھپور) ۱۳ جنوری ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔

[۲] المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ از امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ مرتبہ علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری اشاعت اوّل ۱۹۷۶ء ناشر مکتبہ حامدیہ ص ۸۶-۱۸۴-۱۸۵ وغیرہ وغیرہ ؛ جلد ۲

ہندو پاک میں ایک اردو مقولہ بہت ہی مشہور ہے کہ "پوت کے پاؤں پالنے میں"۔ یعنی یہ تو صرف ابھی مسلم ہندو دوستی کا نتیجہ دیکھا۔ ابھی اور دیکھیں کیا کیا گل کھلتے ہیں۔

فاضل بریلوی یا ان کے حامی علماءکرام نے خود اپنے گھر سے یہ الزام نہیں تراش لیے تھے بلکہ حقیقت میں ایسا واقع ہوا تھا جس کے کچھ شواہد آپ نے خود آزاد صاحب کے متبعین حضرات کے حوالے سے ملاحظہ کیئے تصدیق قلب کے لیے مزید حوالہ ملاحظہ کرلیں ـــــ

(۱) مولانا ظفرالملک علوی ایڈیٹر "الناظر"، لکھنؤ نے کہا:ـــــ

"اگر نبوّت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔[۱] (معاذ اللہ)

(۲) جناب مولانا شوکت علی نے ارشاد کیا:ـــــ

"صرف زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیو کو راضی کردگے تو خدا کو راضی کردگے"۔[۲]

(۳) جناب حضرت مولانا محمد علی جوہر نے ارشاد کیا:ـــــ

"میں اپنے لیے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم" گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں"۔[۳]

(۴) جناب حضرت علامہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کہا:ـــــ

"گاندھی کو اپنا رہنما بنالیا ہے وہ جو کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے ؎

---

[۱] پاسبان مذہب وملت (تحقیقات قادریہ) از محمد جمیل الرحمٰن مطبوعہ بریلی ۱۹۲۳ء اشاعت سوم ص ۲۹ ؛ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت
رفتی ونثار بت پرستی کردی ۱؎

بقول عبدالوحید خاں کے :—
"جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں. ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے — مسلمانوں نے قشقے لگائے — گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا — حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا — وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔ ۲؎

جس کا آغاز اتنا بھیانک ہے اُس کا انجام یقیناً بھیانک ترین ہو گا — اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوا — یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنّت نے اس فتنے کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا — جس کو کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں نے انگریز دوستی سے محمول کیا۔ حالانکہ آنے والے وقت نے اب کھرا اور کھوٹا الگ الگ کر دیا ہے — جوش و جنون ٹھنڈا ہونے کے بعد لوگ حقیقت جاننے سمجھنے لگے ہیں — فالحمد لله ذالك۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۲؎ پاسبان مذہب از محمد جمیل الرحمٰن مطبوعہ بریلی ۱۹۲۳ء اشاعت سوم ص ۱۷۔
۳؎ محمد علی کی ذاتی ڈائری از عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء اشاعت دوم جلد اوّل صفحہ ۱۰۷۔ (حاشیہ صفحہ موجود)
۱؎ پاسبان مذہب ملّت از جمیل الرحمٰن ص ۱۸-۱۹۔
۲؎ مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء ص ۱۴۲-۱۴۳ ؛

نتائجِ تحریک

نتیجہ تحریک پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ لیکن پہلے "ترکِ موالات" کے معنی کو بھی جان لیں اور پھر اس کی غرض وغایت بھی سمجھ لیں ـــــ دراصل گاندھی جی نے جو تحریک چلائی اس کا انگریزی نام "نان کوآپریشن" (NON-CO-OPERATION) اور اس کا واضح معنی عدمِ تعاون یا عدمِ امداد باہمی ہوگا کیونکہ بھارت کے تاریخ دانوں نے بھی اپنی ہندی تصانیف میں اس تحریک کا نام آسہیوگ آندولن ـــــ "असहयोग-आन्दोलन" ہی لکھا ہے۔ جو بھارت کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے۔ اور دورانِ تعلیم میں نے بھی یہی پڑھا ہے جو ٹھیک انگریزی لفظ نان کوآپریشن کا ہندی میں متبادل ہے جس کا اردو ترجمہ عدم تعاون یا ترکِ معاملت ہی ہوگا ـــــ لیکن خدا جانے آزاد صاحب جیسے لوگوں (جنہیں بقول خود شریعت اسلامی کی کچھ بصیرت دی گئی ہے) نے اس تحریک کا نام تحریک ترکِ موالات کیسے رکھ دیا جو ایک مستقل احکامِ خداوندی ہے ـــــ پروفیسر جناب محمد صدیق صاحب نے اس کا خوبصورت تعاقب کیا ہے لکھتے ہیں :-

"ترکِ موالات یا ترکِ تعلقات"، گاندھی کی تحریک نان کوآپریشن کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کر لیے جائیں ـــــ اس کا تعلق صرف دینوی معاملات سے تھا ـــ اس لیے اس تحریک کا نام "ترکِ تعلقات" ـــ یا "ترکِ معاملات"، بالکل صحیح ہے ـــ چونکہ کافروں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے سے منع نہیں فرمایا گیا ـــ لہٰذا کوئی بھی مسلمان ـــ کافروں سے ـــ اس قسم کے تعلقات رکھنے سے کبھی کافر یا ملحد نہیں بن سکتا ـــــ لیکن بدقسمتی سے بعض ـــــ مسلمانوں نے اس تحریک نان کوآپریشن کو خدائی

حکم "ترک موالات" سے موسوم کر دیا۔

اور جو مسلمان اس تحریک سے کنارہ کش رہے اُن کو کافر ملحد قرار دے دیا ــــــ اور خود اپنا رشتہ اتحاد۔ موالات (دوستی) کافروں، مشرکوں، بت پرستوں سے جوڑ لیا ــــــ جب کہ ترک موالات کے معنی یہ ہیں کہ کافروں سے مخلصانہ دوستی نہ رکھی جائے ـ اسی لیے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر منع فرمایا گیا ہے۔ [1]

جناب پروفیسر صدیق صاحب کی اس علمی گرفت پہ مجھے علامہ اکبر الہ آبادی صاحب کا وہ شعر یاد آگیا جو موصوف نے ایسے ہی موقع کے لیے کہا تھا کہ ؎

یہ کانگریسی علماء تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہیں

پتہ چلا کہ اس تحریک کی بنیاد ہی غلطی پر تھی وقت کے ساتھ مزید غلط در غلط ہوتا گیا ــــــ وجہ بتائی گئی انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کرنا ــــــ مگر اندرونی مقصد مکمل مسلمانوں کو تباہ کرنا ان کو بے دست و پا کرنا ــــــ ہنود کا دست نگر بنانا تھا ــــــ کہا گیا کہ انگریزی حکومت کی ــــــ نوکریاں چھوڑ دو ــــــ ان سے دوستی چھوڑ دو ــــــ ان سے معاملات چھوڑ دو ــــــ خطابات واپس کر دو ــــــ ان سے امداد لینا بند کر دو ــــــ ان سے ملنا جلنا ترک کر دو ــــــ اسکول کالج یونیورسٹیوں کا الحاق ختم کر دو ــــــ تاکہ جاہل گنوار ان پڑھ بن کر معاشرے کے لیے ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر جاؤ ــــــ

---

[1] پروفیسر مولوی حاکم علی رحمۃ اللہ علیہ از پروفیسر محمد صدیق اشاعت ۱۹۸۳ء ناشر مکتبہ رضویہ ملتان روڈ لاہور ص ۱۳۴ ؛

اور جو ایسا نہ کرے اس کو انگریزوں کا ایجنٹ مشہور کر دو ـــــ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اور جو کچھ ہوگا بھی تو اُس کو دنیا والوں کو تو نہیں دیکھنا۔ ع عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ بھی جانئے حیرت ہے کہ "اعلانِ عام" ہے مگر توجہ خصوصی مسلمانوں پر ہے ـــــ تم خطابات واپس کر دو ـــــ تم اپنے کالج یونیورسٹی بند کر دو ـــــ تم نوکریاں چھوڑ دو ـــــ آخر ایسا کیوں ع

کوئی بتائے کہ ہم بتائیں کیا

علی گڑھ محمڈن کالج (مسلم یونیورسٹی) اسلامیہ کالج لاہور ـــــ اسلامیہ کالج پشاور نیز ـــــ دھلی ـــــ آگرہ ـــــ لکھنؤ ـــــ رام پور ـــــ بھوپال ـــــ مدراس ـــــ کلکتہ کے تمام دینی مدارس کو بھی بند کر دیا جانے کا مشورہ دیا جانے لگا ـــــ اسلامیہ کالج لاہور دنٹی روز کے لیے بند ہو گیا ـــــ مگر بنارس ہندو یونیورسٹی ایک دن کے لیے بھی بند نہیں ہوئی آخر کیوں؟؟؟

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جلسے جلوس اور ھڑتال شروع ہو گئی ـــــ اسلامیہ کالج پشاور سے بھی اس طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ مگر بنارس ہندو یونیورسٹی میں پڑھائی حسبِ معمول جاری رہی دیگر سنسکرت وِدّیالیہ میں تعلیم و تعلم جاری رہی تمام ڈی۔ اے۔ وی کالجز نہایت اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہے ـــــ دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ کے چلانے کا انداز ذرا دیکھیں ـــــ اسلامیہ کالج لاہور کو بند کرانے میں آزاد صاحب پیش پیش تھے ساتھ میں گاندھی جی بھی معاونت فرما رہے تھے ـــــ آزاد صاحب نے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے جسے خدا کے فضل سے شریعت

اسلامی کی کچھ بصیرت دی گئی ہے، کہتا ہوں ایک مسلمان پر "حبِّ وطن" کے لحاظ سے مذہب کے اعتبار سے، اخلاق کے لحاظ سے فرض ہے کہ ترکِ موالات کرے ؟" [۱]

گاندھی جی کی تصدیق ملاحظہ کریں ـــــ آپ نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہا :-

آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے "جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں" ـــــ مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے" اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو "مدرسوں میں نہ بھیجو"۔ [۲]

لیکن اس کے برعکس گاندھی جی نے بنارس یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ :-

"میں پنڈت (مدن موہن) مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق کارروائی کرنی چاہئیے ـــــ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ ـــــ "اگر آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں"۔ [۳]

"اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو"

اور !!!

"اگر آپ میری دلیلوں سے "قائل نہ ہوں تو ہرگز قطع تعلق کی کی پالیسی اختیار نہ کریں"

قارئین! آپ سے یہ دونوں جملے کچھ کہہ رہے ہیں ـــــ خدا کرے کہ

---

[۱] روزنامہ "زمیندار" ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱ [۲] ایضاً"۔

[۳] ہندوؤں سے ترکِ موالات از تاج الدین منشی طباعت بار دوئم جون ۱۹۸۲ء ناشر مکتبۂ رضویہ لاہور ص ۲۰ ۔

منجانب

انجمن جامی اسلام لاہور

کٹڑہ حکیم ولی شاہ

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو چھاپ کر عام مسلمانوں میں مفت تقسیم فرمائیں

ہندوؤں سے ترک موالات

مرتبہ

منشی تاج الدین احمد تاجؔ

حسب فرمائش

خادم الاسلام ملا محمد بخش

سکرٹری انجمن جامی اسلام و سابق منیجر

اخبار ہنٹر لاہور

اور نو کروڑ ہندو مسلمانوں کے سامنے دندنائینگے اور بغلیں بجائینگے۔ اور پھر یہ تو ایک
کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسوقت صرف پانچ فیصدی مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ
میں سرکاری عہدوں پر ہیں۔ سب سے پہلے ہندوؤں کو چاہئے کہ نان کوآپریشن پر عمل
کریں۔ مگر ایسا ہرگز نہیں کیا جارہا۔ سکول اور کالج بھی اگر تباہ ہو رہے ہیں تو مسلمانوں
کے۔ ہندو سکول اور کالج بدستور مزے سے چل رہے ہیں۔ گاندھی وغیرہ نے
اسلامیہ کالج لاہور۔ اور علی گڈھ کالج کو تباہ کر دیا۔ لیکن ڈی اے وی کالج
اور بنارس ہندو یونیورسٹی پر کوئی جادو نہ چلا۔ دراصل یہ ایک عیارانہ چال ہے
آپس میں ہندو لیڈروں نے خفیہ سمجھوتہ کر کے چند لیڈروں کو نان کوآپریشن کے خلاف
کھڑا کر دیا تاکہ وہ اپنے کالج اور عہدے وغیرہ محفوظ رکھ سکیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں
کسقدر شرمناک حرکت ہے کہ حکیم جی مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ
"اسکے بعد میں اُن عزیز طلبہ کو بھی دلی گرمجوشی کیساتھ مبارکباد دیتا ہوں جنکا تعلق
بنارس یونیورسٹی سے ہے اور جنہوں نے اپنے اجداد کی آزاد روحوں کو اپنی آزادی کے
پیغام سے خوش کیا ہے اور جو پورے جوش کیساتھ ترک موالات کے میدان میں
اپنے علی گڈھی بھائیوں کیساتھ دوش بدوش کھڑے نظر آتے ہیں" غلط غلط غلط
چنانچہ آنریبل پنڈت مدن مالوی لکھتے ہیں کہ "یہ خبر قطعی بے بنیاد ہے۔ طلباء کو یہ ترغیب
یا مشورہ دینا کہ وہ ان سکولوں یا کالجوں یا یونیورسٹیوں کو بائیکاٹ کریں جو سرکاری امداد
لیتی ہیں یا جنکا گورنمنٹ کیساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے۔ اسکے خلاف میری مخالفت
دن بدن زیادہ قوی ہو رہی ہے اور میں صدق دل سے خواہاں ہوں کہ اس بائیکاٹ کی
تحریک کا خاتمہ ہونا چاہئے۔" اور پھر آپکے مسٹر گاندھی حال ہی میں بنارس جاکر ہندو
یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اور ایک عیارانہ چال چلتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ "میں پنڈت مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق
کارروائی کرنی چاہئے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کیساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری
دلیلوں کے قائل ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں۔"

بس مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے عیاروں کی دوستی سے باز آئیں اور ان سے کسی قسم
کا اتحاد وغیرہ نہ کریں ورنہ یہ لوگ آپکو دینی و دنیاوی حیثیت سے تباہ کر دینگے۔ آپکی مزید تشفی

آپ بھی اس پر کچھ توجہ کریں دھیان دینے کے لیے کان دھریں ـــــ اس تحریک کے یہی وہ اسباب وعوامل تھے اور یہی وہ خطرناک نتائج تھے جو فاضل بریلوی کی آنکھوں نے پہلے ہی دیکھ لیے تھے اور جس پر صرف فاضل بریلوی ہی نہیں بلکہ ملّت کے تمام دردمند افراد مضطرب تھے ـــــ جس میں فاضل بریلوی سے لے کر علامہ اقبال تک سارے حضرات شامل ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اُن تمام حضرات کے مرقدوں پر اپنے لطفِ انوار کی بارش برساتا رہے جنہوں نے اس پُرآشوب دَور میں ملّت کی رہنمائی کی اور کشتی کو کنارے لگایا اور تباہی سے بچالیا۔

اس ضمن میں ایک اور بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے تعلیمی حالات کیا تھے اور حالات کے تقاضے کیا تھے اعداد و شمار دیکھ لیں ـــــ فاضل بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سابق صدر پروفیسر محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء ـــ ۱۹۳۹ء) علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں اعداد و شمار ملاحظہ کریں :ـــــ

"اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد[125] کالجوں کی ایک سو پچیس ہے ـــــ تین مسلمانوں کے (علی گڑھ۔ لاہور۔ پشاور) اور ایک سو بائیس[122] ہندوؤں کے ـــــ سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلباء کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے ـــــ جس میں سے مسلمان طلبا چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں ـــــ ہندو طلبا کی تعداد اکتالیس ہزار پانچسو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہے۔

پروفیسر صاحب افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں :ـــــ

"جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف

چار ہزار مشغول تعلیم ہوں، اس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں ـــــ اگر خبط و سودا نہیں تو اور کیا ہے۔" [۱]

اب آپ اچھی طرح اس تحریک سے بھی خوب واقف ہو گئے ہیں اور آپ کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ معاملہ کیا تھا مگر کیا بنا دیا گیا ـــــ بات تو تھی صرف ترک تعلقات و ترک معاملات و عدم تعاون کی لیکن مسلمانوں میں اس کو "موالات" کے نام سے متعارف کرایا گیا جبکہ اہلِ ہنود میں وہ صرف "نان کوآپریشن" ہی کے مفہوم سے داخل رہی اور اس کا کوئی اور دوسرا مطلب نہیں لیا گیا ـــــ کسی "پنڈت" کسی "پجاری" کسی "اچاریہ" نے اس کی کوئی تحریف یا کوئی ایسی تشریح نہ کی جس کا کوئی مذہبی پہلو بھی نکلتا ہو اور نہ مسلمانوں کی طرح انگریزوں کو ہندوؤں نے "ملیچھ" کے لفظ سے معنون کیا۔

فاضل بریلوی سے جب پوچھا گیا کہ موالات کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ـــــ آپ نے بڑا دو ٹوک فیصلہ دیا اور اپنے اور بیگانے کی کوئی رو رعایت نہیں کی ـــــ آپ نے خاص اس موضوع پر اپنی ایک تصنیف چھوڑی ہے جو تحقیق دنیا میں اپنی مثال آپ ہے جس کی طباعت ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں ہوئی اور جس کا نام "المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة" ہے اور اعلیٰ حضرت کی یہ آخری تصنیف ہے کیونکہ آپ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کر گئے (انا للہ وانا علیہ راجعون)

آپ کی یہ تصنیف تحقیق کا مرقع ہے اس میں قرآن و حدیث،

---

[۱] "النور" از محمد سلیمان اشرف مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء ص ۱۹۶-۱۹۷

کتب فقہ و آثار و احوال کے بے شمار حوالے شامل ہیں۔
دراصل یہ ۲، ۳ استفتوں کا جواب جس میں اوّلیت پروفیسر حضرت علاّمہ مولوی حاکم علی علیہ الرحمہ کے استفتاء کو ہے۔
میں چند اقتباس نقل کر دیتا ہوں تفصیلات کے لیے مطلوبہ کتاب سے رجوع کریں۔

آپ لکھتے ہیں کہ :-

"موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے۔ اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ۔ بیٹا۔ یا بھائی۔ یا قریب ہو۔"[1]

مزید لکھتے ہیں :-

"ترک معاملت کو ترک موالات بنا کر قرآن عظیم کی آیتیں کہ ترک موالات میں ہیں سوجھیں۔ مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگا لی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں۔
ہندو تو ھادیان اسلام ہیں۔ آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں اور نہ کُل نصاریٰ فقط انگریز۔ اور انگریز بھی کُل تک ان کے مورد نہ تھے حالات حاضرہ سے ہوئے۔ ایسی ترمیم شریعت و تغیر احکام و تبدیل اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے"[2]

ایک جگہ مزید اور لکھتے ہیں :-

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکن یعنی میلان قلب ہے پھر وداد پھر۔ اتحاد۔ پھر اپنی خواہش سے

[1] المحجۃ المؤتمنۃ از امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲۔ مرتبہ علامہ عبدالحکیم اختر اشاعت اول ۱۹۷۶ء ص ۹۵ [2] ایضاً ص ۹۸

بے طمع خوف وطمع انقیاد پھر تبتل ـــــ یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔" ؎۱

کیا ان اقتباسات سے یہ بات واضح نہ ہوگی کہ فاضل بریلوی کسی کافر کو بھی اپنا ہمدم ہمراز دوست معاون بنانے کے خلاف تھے نہ ہنود نہ مشرک نہ نصاریٰ نہ یہود پھر بھی ان کو انگریزوں کا حامی کہنا کیا تاریخ کے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟ ـــــ ہے اور یقیناً ہے پھر بھی کچھ لوگ جو خوفِ خدا سے عاری ہیں اپنی بہتان بازی سے باز نہیں آتے ـــــ جن کے اپنے آباؤ اجداد کا دامن خود انگریز دوستی سے آلودہ ہے یہ چاند پہ تھوکنا چاہتے ہیں۔ ؏

آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے

جب میں اس موضوع کے متعلق کچھ کتابوں کی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی لائبریری میں) چھان پھٹک کر رہا تھا تو ایک کتاب جناب ایچ۔ بی خاں صاحب کی ہاتھ لگی جس کا نام "برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار" ہے اور جس کی اشاعت قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰ اسلام آباد سے ہوئی ہے۔ کتاب چونکہ میرے موضوع کے متعلق تھی لہٰذا میں نے اس کا مطالعہ شروع کر دیا ـــــ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ کتاب ہذا کے مصنف بھی اس طرح کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہیں۔ یا تو جناب ایچ۔ بی خاں صاحب بہت ہی زیادہ سادہ ہیں (فی الحقیقت ایسا نہیں ہے) یا سادہ بن کر لوگوں کو دھوکہ

؎۱ المحجۃ المؤتمنہ از امام احمد رضا ص ۱۲۹۔۱۳۰ ؛

دے رہے ہیں ـــــ آپ بھی ان کی نوازشات کا نظارہ جو فاضل بریلوی کی ذات پر انہوں نے کی ہیں ان کی تصنیف کی روشنی میں کرلیں ـــــ لکھتے ہیں : ـــــ

"برطانیہ نے اس (تحریک ترک موالات و خلافت کے) سلسلے میں اہل ہند کے بعض علماء سے جن میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی خاص طور پر شامل ہیں، ترکی کے خلاف فتاوی بھی حاصل کر لیے تھے ـــــ چوہدری خلیق الزماں نے بیان کیا ہے کہ "مولوی احمد رضا بریلوی ترکی کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور ترکوں کی مالی امداد کے بھی خلاف تھے ـــــ یہی نہیں بلکہ انہوں نے کئی فتوے مولانا عبدالباری پر کفر کے بھی صادر کئے ـــــ ظاہر ہے کہ وہ کسی استفتاء پر جس میں خلافت عثمانی کو شریعت اسلامی کا ایک اہم ادارہ تسلیم کیا جائے، دستخط نہیں کرتے۔" [۲]

جناب ایچ ـ جی خان صاحب نے اتنی بڑی بات نہ جانے کیسے بلا کسی حوالے کے کہدی ہے نہ کسی مستند ماخذ وکتاب کا ذکر کیا ہے اور نہ فتوی کا عکس دیا ہے ـــــ اور طرفہ یہ ہے کہ "بعض" کے ذکر میں فاضل بریلوی کا نام خصوصی طور پر لیا ہے جو اصول تحقیق کے سراسر منافی ہے ـــــ ایک ایسا قومی ادارہ جس نے تحقیق کے نام پر لوگوں کی ذات پر بہتان باندھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کا محاسبہ سختی سے کرنا چاہیے۔ سنی سنائی باتوں سے استفادہ کرنے کی بجائے جناب ایچ۔ بی خان صاحب کو فاضل بریلوی کی تصانیف کا براہِ راست مطالعہ کرنا چاہیے

---

[۲] نوٹ : یہ فاضل بریلوی پر افتراء محض ہے حقیقت حال سے واقف ہونے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

تھا ـــــ ایک طرف تو جناب ایچ۔ بی خاں صاحب اپنے ممدوح علماء کے لیے وکیل صفائی کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دوسری طرف کذب حسد اور جھوٹے اقوال پر مبنی تحریرات سے فاضل بریلوی کے دامن کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ جو کم سے کم ایک فاضل محقق کا کردار ادا کرنے والے کے شایان شان نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تصنیف میں جا بجا کراچی یونیورسٹی کے سابق چانسلر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کی تصنیف "علماء ان پالیٹکس "ULEMA IN POLITICS" کا حوالہ دیا ہے اور ڈاکٹر قریشی صاحب نے خود لکھا ہے کہ: ـــــ

In the beginning of the Khilafat Movement, Ali Brothers went to "him" convassing him to affix his signatures on "Fatwa" regarding Non-Cooperation.

He is reported to have replied, "Mawlana". our politics are different. You support Hindu-Muslim Unity. I oppose it.

When "he" saw that they were annoyed, he said mawlana, I am not opposed to political freedom, but I am opposed to "Hindu-Muslim Unity.

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کی تصنیف "تنقید و تعقبات" (مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور) کا ملاحظہ کریں۔ (نوشاد عالم چشتی)

۲ـ برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از ایچ۔ بی خاں طبع اول ۱۹۸۰ء ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد پاکستان ص ۱۳۶ ؛ (حاشیہ صفحہ موجودہ بر صفحہ آئندہ)

ترجمہ: تحریکِ خلافت کے ابتداء میں علی برادران فاضل بریلوی کے پاس اپنا ہمنوا بنانے کے خیال سے گئے تاکہ وہ ترک موالات کے فتویٰ پر اپنے دستخط کر دیں۔ ــــــ علی برادران سے فاضل بریلوی نے کہا کہ "مولانا ہماری سیاست آپ سے مختلف ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اور میں اس کا مخالف ہوں۔ ــــــ فاضل بریلوی نے علی برادران کی ناراضگی کو دیکھ کر فرمایا میں سیاسی آزادی کا مخالف نہیں لیکن ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔

لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا کہ جناب ایچ۔ بی خاں صاحب حقائق سے لاعلم تھے اور انہیں صحیح صورتِ حال سے واقفیت نہیں تھی کسی طور سے بھی صحیح نہیں ہوگا۔ بلاوجہ حقائق چھپانے کی ناکام کوشش اور بات بنانے کی سعیٔ نامسعود کی گئی ہے لیکن ؏

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

یہی وجہ ہے کہ جناب ایچ۔بی خان صاحب جابجا متضاد باتیں کرتے ہیں۔ وہ خود ایک جگہ یوں بھی لکھتے ہیں کہ :-

"مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے ہم خیال علماء ہندوؤں کے ساتھ موالات کرنے کے حق میں نہ تھے اور اسی لیے انہوں نے تحریک ترک موالات کے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔"

نیز حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"مولوی احمد رضا خان بریلوی ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے آپ اہلِ سنّت والجماعت کے مقتدر علماء روزگار میں سے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] علماء ان پالیٹکس (انگریزی) از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اشاعت اول ۱۹۷۴ء ناشر معارف لمیٹڈ نیو کراچی ص ۲۶۴ ؎

تھے ___ علامہ اقبال بھی آپ کی علمی قابلیت اور فقہی معلومات کے معترف تھے۔ علامہ اقبال نے آپ کے متعلق مزید کہا تھا کہ اگر مولانا بریلوی کی طبیعت میں "تشدد" اور "انتہا پسندی" نہ ہوتی تو آپ اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ ہوتے؛"[1]

یعنی خود جناب ایچ بی خان صاحب کو اقرار ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال علماء ہندوؤں سے موالات کے مخالف تھے۔ اب ہندوؤں سے مخالف ہونے کا معنی یہ تو نہیں کہ انگریزوں کے حامی تھے۔ اگر جناب ایچ۔بی خان صاحب ذرا محنت کر کے تحقیق کرتے تو پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ فاضل بریلوی دونوں اسلام دشمن قوتوں کے مخالف تھے۔ ایچ۔بی خان صاحب فاضل بریلوی کی مخالفت میں فرمودات اقبال میں بھی تحریف کر گئے ہیں ___ علامہ صاحب مرحوم کا قول تو یہ تھا کہ ؛ ___

"بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی ؛"[2]

لیکن جناب نے لفظ شدت کو "تشدد" اور "انتہا پسندی" سے بدل کر فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور یقیناً یہ ایک علمی خیانت ہے ___ محققین اور مطالعہ کرنے والوں پر بفضلِ تعالیٰ حق آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

ایچ بی خان صاحب کے الزام کو بھی میں نے حقائق کی روشنی میں

---

[1] برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار" از ایچ۔بی خان طبع اوّل ۱۹۸۵ء ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ص ۱۵۲

[2] "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" از مولانا یٰسین اختر مصباحی طبع اوّل سن ندارد ناشر مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۹۳ ::

رَدّ کرنا مناسب جانا تاکہ یہ الزام بھی مزید گمراہی کا باعث نہ ہو۔

فاضل بریلوی نے جسے اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر حق جانا اُسے ڈنکے کی چوٹ پر حق کہا اور لکھا ـــــ لیکن جسے باطل جانا اُس کا ردّ ببانگ دھل کیا اور انہوں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ؎

تیرے میرے خواب جدا ـــــ خوابوں کے اسباب جدا
میرے دشمن تیرے دوست ـــــ دونوں کے احباب جدا
تیرا میرا ساتھ ہے یوں ـــــ جوں صحرا سے آب جدا
لب سے ساغر کیا ملتے ـــــ محفل کے آداب جدا

فاضل بریلوی نے دراصل "ہندو مسلم اتحاد" کی بنیاد پر ان تحریکوں کو ناپسند کیا کیونکہ ان کی قیادت گاندھی جی کے علاوہ اور بھی کئی ہندو سرکردہ لیڈران کر رہے تھے ـــــ میں پوچھتا ہوں کہ خلافت کا مسٹر گاندھی جی سے کیا تعلق تھا ـــــ؟ اس کی قیادت مسلمان کو کرنی چاہیے تھی نہ کہ منکرِ اسلام کو؟ ـــــ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کی مومنانہ فراست نے بھانپ لیا تھا کہ مسلمان اگر ابھی سے نہ سنبھل سکے تو مستقبل میں یقیناً دھوکا کھائیں گے اور ہوا بھی ایسا ہی بقول ایچ بی خان صاحب کے ـــــ

"شردھانند وہی شخص ہے جسے مسلمانانِ ہند نے ہندو مسلم اتحاد کی خاطر ایک جلوس کی شکل میں جامع مسجد دہلی میں لے جا کر مسجد کے منبر پر چڑھا کر حاضرین کو خطاب کرنے کا غیر معمولی اعزاز بخشا تھا لیکن تھوڑے عرصے کے بعد شردھانند نے شدھی تحریک شروع کر دی"۔[۱]

---

[۱] برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

معلوم ہوا کہ :۔

اتقوا فراست المومن ینظرُ بنور اللّٰہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

چوہدری خلیق الزمان صاحب کا بیان جو جناب ایچ۔ بی خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ :۔

"مولوی احمد رضا بریلوی ترکی کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور ترکی کی مالی امداد کے بھی خلاف تھے۔"

یہ بھی فاضل بریلوی کی ذات پر افتراء محض ہے، فاضل بریلوی کا خلافت کے بارے میں جو نقطۂ نظر تھا میں نے اپنے قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیا ہے جسے دہرانے کی ضرورت نہیں ——— رہ گئی بات ترکوں کی مالی امداد کی تو فاضل بریلوی پر یہ بھی ایک الزام ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا ——— میں نے گذشتہ صفحات میں اشارہ بھی کر دیا ہے لیکن مزید میں اس کی وضاحت جناب ایچ۔ بی خان صاحب کی تحریرات کی روشنی میں ہی کرنا چاہتا ہوں تاکہ فاضل بریلوی کی مومنانہ فراست کا اندازہ ہو سکے۔

فاضل بریلوی ترکوں کی مالی امداد کے مخالف نہیں تھے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ترکوں اور خلافت کے نام پر لیا جانے والا چندہ گنگا اور جمنا کی "نذر" کی جا رہی ہے اور اسلام دشمن تحریکیں اسے نہایت چالاکی سے اپنے مد میں استعمال کر رہی ہیں تو آپ نے اس کا سختی سے محاسبہ کیا۔ خود جناب ایچ۔ بی خان صاحب لکھتے ہیں :۔

"دسمبر ۱۹۲۰ء میں مولانا ابوالکلام آزاد، علی برادران اور گاندھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) از ایچ۔ بی خان اسلام آباد ص ۲۶۰ ::

جی نے تحریک عدم تعاون کو کامیاب بنانے کے لیے ملک کا ایک اور دَورہ کیا جو بہت کامیاب رہا ـــــ مولانا آزاد اور گاندھی جی کا یہ دورہ "خلافت فنڈ" کے چندے سے عمل میں آیا تھا۔" [۱]

ہر وہ شخص جو اسلام میں "امانت" کے تصور اور اُس کے احکام سے واقف ہے اُس کی نظر میں یہ "فعل" نہایت گھناؤنے کردار کا حامل ہے ـــــ ترکی کے نام پر چندہ اور آنجناب کا دورہ مع گاندھی جی کے شرعی اعتبار سے کس حکم میں داخل ہے اسے کسی خدا ترس مُفتی اسلام سے پُوچھ لیا جائے مخالفین کے نزدیک فاضل بریلوی کا "جُرم" یہی تو تھا کہ انہوں نے حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہا جسے فاضل بریلوی کے مخالفین نے اپنے ذہنی اعتبار سے کچھ کا کچھ بنا کے رکھ دیا۔ لیکن اس سے فاضل بریلوی کا تو کچھ نہیں بگڑا ہاں لوگوں نے الزام تراشی اور بہتان بازی سے اپنی عاقبت ضرور خراب کر لی ـــــ یہی وہ مقام ہے جہاں مجھ جیسے کم فہم و کم عقل کو بھی "فلسفہ حیات بعد الممات" اور "یوم جزاء و سزا کی" اہمیت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہے اور فاضل بریلوی کا وہ شعر میرے ذہن و دماغ میں گونجنے لگتا ہے کہ ؎

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حق بہر حال حق ہے اور حق تو آشکارا ہو کے رہتا ہے منصۂ شہود پر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ حق آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کی

---

[۱] برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از اے۔ بی خان اسلام آباد ص ۱۶۲ ـــــ ۱۶۳ ؛

شعاعیں باطل کے تمام مکر و فریب اور چال کو مغلوب کرتے ہوئے اقوام عالم کے ذہنی افلاک پہ چھا جاتی ہیں اور پھر ببانگِ دھل یہ اعلان کرتی ہیں کہ "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"۔ اور پھر ترک موالات جو بقول "آزاد" صاحب اور ان کے حامیان کے جو فرض عین تھا نہایت اور اشد ضروری تھا وہ مقام چورا چوری ضلع گورکھپور (جو راقم کا کمشنری بھی ہے مشرقی یو پی انڈیا میں واقع ہے۔) کے ایک انتقامی حادثہ یا واقعہ کی بناء پر یک لخت ختم کر دیا گیا اور نہ جانے اُس کی فرضیت کہاں چلی گئی؟ اور پھر قرآن و حدیث کی ساری آیات و احکام بھول گئے حد یہ ہے کہ افراط و تفریط کی حد کر دی گئی ۔۔۔۔ ۔ ؎

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال
یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

③ تحریکِ ہجرت

یہ تحریک بھی تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات ہی کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کو جانی و مالی اعتبار سے نقصان پہنچانا تھا۔ اور جو مسلمان مختلف شہروں میں اکثریت میں تھے انہیں اقلیت میں تبدیل کر کے انہیں بزور بازو و تلوار سے مجموعی طور پر ہندو مذہب میں داخل کرنا تھا ــــ "شدھی تحریک۔ آریہ سماج۔ برھمو سماج۔ دیشٹر و دل وغیرہ جیسی تنظیمیں مختلف اوقات میں اسی ہدف کو پانے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ جس کا فاضل بریلوی اور ان کے حامی علماء نے احسن طریقے سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور "جماعت رضائے مصطفےٰ" مسلمانوں کی وہ سب سے پہلی تنظیم ہے جس نے بھرپور منظم انداز میں کام کر کے نہ جانے کتنے لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے

بچایا۔ جس کا اعتراف خود جناب ایچ۔ بی خان صاحب نے بھی کیا ہے[۱]۔ فاضل بریلوی نے بذاتِ خود آریوں کے ردّ میں کئی رسالے تحریر فرمائے قرآن پاک کی آیات متشابہات پر آریوں کے اعتراضات کا تحقیقی جواب بنام "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار (جس کا ایک تاریخی نام ضرب قہاری ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء بھی ہے) لکھا —— تحریک ہجرت کی صحیح پس منظر کو جان لینے کے بعد اب ذرا اس کے اسباب و علل پر بھی غور کر لیں۔ بقول جناب پروفیسر شیخ محمد رفیق صاحب کے ——

"برصغیر میں ۱۹۲۰ء میں ایک عجیب و غریب (ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے الفاظ میں غیر دانش مندانہ) تحریک شروع کی گئی۔ یہاں کے بعض علماء نے ایک فتویٰ دیا کہ "مسلمان ایسی حکومت کے "وفادار" نہیں ہو سکتے" جس نے ان کے ساتھ اتنی بڑی غداری کی ہے اس لیے اُنہیں اس کے خلاف لڑنا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہجرت کر جانی چاہیے۔[۲]

بعض علماء کا اپنے فتاویٰ میں یہ کہنا کہ "مسلمان ایسی حکومت کے وفادار نہیں ہو سکتے" بہت ہی قابلِ غور ہے —— معاملہ جو کچھ بھی ہو بحرحال اس سے اتنا تو ضرور اور یقینی پتہ چلا کہ "کچھ" مسلمان ایسی حکومت کے اس وقت تک وفادار تھے جب تک فرنگیوں نے اپنی ضرورت کے تحت ان وفادار "مسلمانوں" سے صریحاً دغا نہ کیا تھا بلکہ اپنے کام نکالنے کے لیے مکر و فریب سے کام لیتے رہے اور بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کی حکومت کو یہ علماء حضرات مضبوط کرتے رہے —— مگر جب فرنگیوں نے اپنی

---

[۱] "برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار" ایچ۔ بی خان ص ۲۶۶۔

[۲] "تاریخِ پاکستان" از شیخ محمد رفیق اشاعت ثانی ۱۹۸۷ء ناشر لکی بک سنٹر اردو بازار لاہور ص ۲۶۰

سلسلۂ تبلیغ

اشاعت الحق

ٹریکٹ نمبر ۴۴ ﷲ

ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا فتنہ

مصنفہ

جناب مولانا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب چشتی

سہسوانی عرف مولوی برہمچاری جی ناظم اعلیٰ حلقہ

اشاعت الحق گشتی زید مجدہٗ

جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ بریلی نے اپنے صرف سے

در مطبع عزیزی آگرہ باہتمام عبد العزیز صاحب پرنٹر

چھپوا کر شائع کیا

بار اول ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۲۳ء ۲ ہزار سے

فطرت سے مجبور ہو کر "بدعہدی" کی تو فتویٰ دیا گیا کہ اب ہم تمہارے وفادار نہیں رہیں گے ــــ پھر کیا کریں گے اسے آپ جناب ایچ۔ بی خان صاحب کی تحریر کی روشنی میں ملاحظہ کریں جناب لکھتے ہیں :۔

"جنگِ عظیم کے دوران اتحادیوں نے اس قدر "متضاد وعدے کیے ہوئے تھے کہ وہ جنگ کے بعد دوست یا دشمن کسی کے ساتھ بھی ایفائے عہد نہیں کر سکتے تھے ــــ علاوہ ازیں جنگ عظیم میں جن ہندوستانی مسلم سپاہیوں نے اپنے ترک بھائیوں کے خلاف جنگ میں حصّہ لیا تھا ان میں سے بیشتر اب فوجی ملازمت سے سبکدوش کیے جا رہے تھے اس لیے وہ حکومت سے برافروختہ تھے ــــ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے "آڑے وقت میں حکومت کی مدد کی" اور اب وہ ایسی حالت میں چھوڑ دیئے گئے کہ ان کے لیے آبرومندانہ کسبِ معاش کا کوئی دیگر متبادل انتظام نہیں تھا ــــ لہٰذا مسلمانانِ ہند نے خیال کیا کہ وہ ایسی حکومت کے وفادار نہیں رہ سکتے جس نے اُن کے ساتھ اتنی بڑی غداری یا بے وفائی کی ہے ــــ

مگر مسلمانوں کے پاس اب اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اجنبی حکمرانوں کو ملک سے باہر نکال دیتے اس لیے ان کو صرف ایک ہی راستہ نظر آیا کہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ ایسی مملکت ہی کو خیر باد کہہ دیں جس سے وفاداری کی کوئی اُمید نہیں۔" [1]

قبل اس کے کہ اس پر کوئی تبصرہ کیا جائے ذرا آپ لفظ "وفاداری" کی تشریح ایک فرنگی کی تحریر سے دیکھ لیں۔ لکھتا ہے :۔

---

[1] برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از ایچ۔ بی خان مطبوعہ اسلام آباد ص ۱۶۳ - ۱۶۴ ؛

"تمام سیاسی یا غیر سیاسی جماعتوں کے لوگ" تاجِ برطانیہ" کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری رکھنے میں متحد القلوب ہیں"؛ [۱]

اب آپ ان میں سے چند سیاسی اور غیر سیاسی تنظیموں کا اسماءِ گرامی بھی ذرا ملاحظہ کرلیں (کہ آپ کو تحریکِ ہجرت اور اس کے اثرات کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی) مثلاً جناب محمد زکی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ــــــ

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں "جمیعۃ العلمائے اسلام" (فرنگی-ناقل) حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی۔ مولانا آزاد سبحانی جمیعۃ العلمائے اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں"؛ [۲]

جناب زکی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں: ــــــ

"اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا"؛ [۳]

ایک اور حوالہ ملاحظہ کریں:۔ جناب شبیر احمد عثمانی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: ــــــ

"دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی "رحمۃ اللہ علیہ"

---

[۱] ہندی مملکت کا عروج و زوال از الفرڈ لائل مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۲ء ص ۳۶۹؛

[۲] مکالمۃ الصدرین مرتبہ محمد زکی دیوبندی مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند سہارنپور (سن ندارد) ص ۷؛ [۳] ایضاً ص ۸؛

مکالمۃ الصدرین

یعــــــــــــــــــــــــــــــــــــــنی

صدر جمعیۃ علماء اسلام اور صدر جمعیۃ علماء ہند

و دیگر ارکان جمعیۃ علماء ہند کا وہ سیاسی مکالمہ

جو مسائل حاضرہ کے متعلق باہم ہوا

جس نے

موجودہ مسائل کے اختلافی پہلو ایسے روشن کر دیئے کہ

کسی تاویل وحیلہ کی گنجائش نہ رہی

باہتمام احقر محمد زکی دیوبندی

دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ۔ مین بازار داتا صاحب لاہور۔ قیمت

معارف پرنٹنگ پریس لاہور

۷

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمیعۃ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایما سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمیعۃ العلماء اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے ہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدہ دار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمیعۃ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمیعت قائم کرنا چاہتے ہیں گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دیگی چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کرائی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالے بھی کردی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد سبحانی صاحب نے اس کے بعد کلکتہ میں جلسہ کیا۔ جلسہ میں انہوں نے جو کچھ بکواس کی وہ آپ کے علم میں ہے۔ ان کی تلون مزاجی بھی سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ میں وہ گاندھی کے ساتھ ساتھ کیوں رہے تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے خلاف ہو گئے۔ بہرحال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا اور

۸

ایک ہندو اس کی جگہ آگیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بیکار ہے اس پر آئندہ کے لئے امداد بند ہو گئی۔ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لئے نظریۂ پاکستان سراسر مضر ہے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ نے کلام اس قدر طویل کر دیا ہے کہ نمبروار ہر ایک چیز کا جواب دینا مشکل ہے۔ میں جو کچھ یاد رکھ سکا ہوں ان کے جوابات دونگا۔ اگر کسی چیز کو بھول جاؤں تو آپ مجھے یاد دلا کر اس کا جواب لے لیں۔

علامہ عثمانی کا جواب

پہلے میں اس معاملہ کی نسبت گفتگو شروع کرتا ہوں جو آپ نے مولانا آزاد سبحانی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ جو روایت آپ نے بیان کی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں۔ مجھے اس سے پہلے ہی بذریعہ ایک گمنام خط کے (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) یہی بتلایا گیا تھا اور مجھے بھی اس خط میں دھمکی دی گئی تھی۔ یہ روایت صحیح ہو یا غلط بہرحال میرے علم میں آ چکی ہے۔ لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور میری رائے کیا متاثر

ہو سکتی ہے۔ میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے جمعیۃ العلماء اسلام میں آزاد سبحانی رہیں یا نہ رہیں جمعیۃ العلماء اسلام خود قائم رہے یا نہ رہے میری رائے تب بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کے لئے پاکستان مفید ہے۔ اگر میں تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو تسلیم بھی کر لوں کہ جمعیۃ العلماء اسلام گورنمنٹ کے ایماء سے قائم ہوئی ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی ابتدا کس نے کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداءً اس کا قیام ایک وائسرائے کے اشارہ پر ہوا تھا اور برسوں وہ گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی ہے (مرتب) بہت سی چیزوں کی ابتدا غلط ہوتی ہے مگر انجام میں بسا اوقات وہی چیز سنبھل جایا کرتی ہے۔ ہم نے مولانا آزاد سبحانی یا جمعیۃ العلماء اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید نہیں کی بلکہ دیانۃً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ اور علماء ملت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہیئے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہو تو اسی قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت

ہمارے آپ کے مُسَلَّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔" ؎۱

محترم قارئین آپ میں سے یہ کون نہیں جانتا کہ مذکورہ بالا حوالوں میں گذرنے والے افراد کے نام جناب عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے ممدوحین میں شامل ہیں۔ یہ لوگ کسی نہ کسی طریقے سے گورنمنٹ انگریزی کے وفاداروں کے زمرے میں شامل رہے ہیں جیسا کہ یہ بات مذکورہ بالا حوالوں کے ذریعہ سے بھی قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی۔ جس کا انکار اب عقلاً نقلاً اور تاریخی اعتبار سے کسی بھی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہی وہ لوگ ہیں جو فاضل بریلوی کی ذات پر انگریز دوستی کا بہتان باندھتے پھرتے ہیں جن کے دامن خود فرنگی پونڈوں کے داغ سے داغدار ہیں ؎

وہ تو پارسائی کا کر رہے ہیں دعویٰ
عالم جوانی میں سینکڑوں سے کھیلیں ہیں

یہی وہ علماء حضرات ہیں کہ اپنے مفاد کے پیش نظر احکام شرعیہ کی تبدیلی و تغیر میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ جب چاہا سلطان کو خلیفہ بنا دیا جب چاہا جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو ترکی کے مسلمان فوجیوں سے لڑوا دیا ——— میلان قلبی اور دوستی کو موالات کا نام دے دیا اور جب ذرا اور ہندو بھائیوں کی محبت کا جوش مزید چڑھا تو یوں جناب آزاد نے فرمایا کہ: ———

؎۱ مکالمۃ الصدرین از محمد زکی دیوبندی مطبوعہ دیوبند سہارنپور (سن ندارد) ص ۹ ؛

"اگر ہندوستان آزاد ہوا اور ایک ایسی گورنمنٹ قائم ہو جس میں دیگر قوموں کی طرح مسلمانوں کو بھی آزادی حاصل ہو تو اس صورت میں اسلام کا یہ حکم ہے کہ مسلمان اپنے وطن کو حملہ آوروں سے بچائیں۔ اگرچہ حملہ آور مسلمان اور خلیفہ ہی کی فوج کیوں نہ ہو۔" [1]

عجیب بات ہے کہ اس نادر شاہی فرمان کے بعد خلافت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ —— چلیے ایک لمحہ کے لیے ہم سلطنت اسلامیہ ترکیہ کو خلافت اسلامیہ تسلیم کر لیں —— تو اب اُس کی فوج کے مقابلہ میں کھڑا ہونے والا کیا ہوگا؟ —— اور خلافت اسلامیہ کی فوج سے جو مسلمان لڑے گا وہ شرعی اعتبار سے کیا جنتی ہوگا کہ جہنمی؟ —— بہرحال ہم اس ضمنی سوال کا جواب قارئین کی صوابدید پر چھوڑ کر اپنے اصل مقصد (جو اس وقت زیر بحث ہے) کی طرف چلتے ہیں۔

اس طرح انگریزوں سے دھوکہ کھانے کے بعد کچھ علماء حضرات ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو ہجرت کرنے پر مجبور کرنے لگے —— جس کا واضح مطلب اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو ہندوؤں کے ہاتھوں اونے پونے بیچ کر رختِ سفر باندھنا اور جس کا منطقی انجام انگریزوں اور ہندوؤں کے لیے میدان صاف چھوڑ دینا تھا —— جسے پھر دوسرے لفظوں میں انگریزوں کو دانستہ طور پر فائدہ پہنچانا کہا جائے گا۔

اس کے پس منظر میں کونسا جذبہ کارفرما تھا اسے آپ ترکی کے محقق جناب میم کمال اوکے کی زبانی ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:-

"گاندھی کو اس کا ڈر لگا ہوا تھا کہ یہ جوشیلے مسلمان ہندوستان

---

[1] اے ہسٹری آف دی فریڈم مومنٹ جلد ۳ اشاعت اول صہ ۲۲۹۔

ہی میں مُسلح جدوجہد نہ شروع کر دیں اِسی وجہ سے اس نے (یعنی گاندھی جی نے) ہجرت کی تجویز پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ـــــ تاریخی شواہد کے مطابق کم از کم تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) مسلمانوں نے اپنی نوکری، تعلیم، کاروبار اور گھر بار چھوڑ کر "ترکی" کی راہ اختیار کی ـــــ ان کا ارادہ تھا کہ وہ افغانستان سے ہوتے ہوئے اناطولیہ پہنچیں ـــــ ان جیالے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سفر کی دشواریوں، بیماری اور بھوک سے خستہ حال ہو کر راستے ہی میں چل بسی ـــــ یہاں ایک لمحہ رُک کر ہم واقعات کا تجزیہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ہڑتال، جلسہ وجلوس، عدم تعاون، ستیہ گرہ، ترک موالات اور ہجرت جیسی تحریکوں میں زیادہ تر مسلمانوں نے پیش پیش ہونے کی بناء پر ہندوستان کی تحریک آزادی میں ہراول دستے کا کام دیا اور اس سے گاندھی اور ہندوؤں نے زیادہ فائدہ اُٹھایا۔

بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ ـــــ تحریک خلافت کو مہاتما گاندھی نے اپنے مقاصد یعنی ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے لیے استعمال کیا" ـــــ بہرکیف کاروان ہجرت کو افغانستان کی سرحد پر ایک نئی مشکل کا سامنا پیش آیا۔ امیر افغانستان نے (جو اس وقت تک مسلمانان جنوبی ایشیا کے ساتھ ہمدردی سے پیش آرہا تھا) انگریزوں کے دباؤ کی تاب نہ لا کر کاروانِ ہجرت کا داخلہ ممنوع کر دیا ـــــ اس نے مہاجرین کی اپنے ملک سے گذرنے پر بھی پابندی عائد کر دی ـــــ مہاجرین کی ایک بڑی تعداد بے نیل مرام اپنے گھروں کو واپس پہنچی۔ وہاں اسے پتہ چلا کہ اس کے گھر بار اور مال ودولت پر انگریزی حکومت نے قبضہ کر لیا ہے ـــــ ہجرت کا فیصلہ کرنے والے یوں ہلاکت وبربادی سے گذرے اور طرح طرح کے مصائب اُٹھائے ہیں[1]

---

[1] تحریکِ خلافت از ڈاکٹر میم کمال او کے ۱۹۹۱ء (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

برصغیر کے ایک فاضل جناب رئیس احمد جعفری کی رائے ملاحظہ کریں:
"پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھر بار جائیداد اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر ـــــ خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے افغانستان ہجرت کر گئے وہاں جگہ نہ ملی واپس کئے گئے۔ کچھ مر کھپ گئے جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس؛ قلاش، تہی دست، بے نوا، بے یار و مددگار ـــــ اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں؟"[۱]

جناب ایچ۔بی خان بھی لکھتے ہیں کہ: ـــــ
"علی گڑھ گزٹ نے اپنے اداریے میں بیان کیا ہے کہ سنٹرل خلافت کمیٹی نے گاندھی جی کی ہدایت کے بموجب مسلمانوں کو ہجرت کرنے کے لیے زور دیا ـــــ سادہ لوح مسلمانوں نے اسے ایک دینی فریضہ اور مقدس کام سمجھ کر افغانستان کو ہجرت کی۔"[۲]

مسلمان تیس[۳۰] ہزار تھے یا صرف اٹھارہ[۱۸] ہزار ہمیں اس اعداد و شمار کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ مقام افسوس تو یہ ہے کہ تباہ و برباد ہونے والے تھے مسلمان کوئی اور نہیں تھا!! اور مسلمانوں کو اس بھیانک اور عبرت ناک انجام سے دوچار کرانے والے کون لوگ تھے یہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۱۴۸-۱۴۹۔
(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] قائد اعظم اور ان کا عہد رئیس احمد جعفری ندوی ناشر مقبول اکیڈمی شاہ عالم گیٹ لاہور۔ مطبوعہ اشرف پریس لاہور فروری ۱۹۶۲ء ص ۱۰۲ ـــ ۱۰۳۔
[۲] برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از ایچ۔بی خان اسلام آباد ص ۱۶۴ ؛

سیاسی لیڈران اور سیاسی نیم حکیم مولوی حضرات جنہوں نے مسلمانوں کو تباہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل کر اپنی انا کو تسکین دے کر دم لیا اور یہ بھی جائے حیرت سے کم نہیں ہے کہ فتویٰ صرف عوام المسلمین کے لیے تھا یہ سیاسی مولوی اور لیڈران اس سے بری تھے لہذا ان میں سے کسی نے نہ کہیں کے لیے ہجرت کی اور نہ خود اپنے اہل و عیال کو بھیجا۔

فاضل بریلوی نے اسی بھیانک ترین انجام سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اس تحریک کی مخالفت کی جس کو انگریز دوستی پر محمول کیا جانے لگا ـــــ ان نیم سیاسی اور نیم مذہبی مولوی حضرات نے ہندوستان کو "دار الحرب" قرار دے کر جو قوم مسلم کے خون سے ہولی کھیلی وہ آج بھی برصغیر کی تاریخ کا ایک بھیانک خونچکاں باب اور بدنما داغ ہے ـــــ انسانیت اس "فعل" پر نوحہ کناں ہے مسلم دشمنی پر مبنی اس فتوے کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا گیا اور لوگوں کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا ـــــ حالانکہ دار الحرب قرار دینے کا مطلب تو دوسرے لفظوں میں ہندوستان پر انگریزوں کی حاکمیت اور اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کو جائز تسلیم کر لینا تھا جبکہ دار الاسلام کا معنیٰ یہ ہوتا کہ آزادی وطن کے لیے جدوجہد جاری رکھنے کا جواز فراہم کرنا ـــــ صاف اور ظاہر سی بات تو یہ ہے اگر مسلمان برصغیر سے ہجرت کر جاتے تو سوائے انگریزوں اور اہلِ ہنود کے اور رہتا ہی کون۔؟ فاضل بریلوی کی فکر اسی نکتے پر مرکوز تھی جیسا کہ آپ کے بعض فتاویٰ کے مطالعہ سے ان قرائن کا اظہار ہوتا ہے ـــــ مثال کے لیے ایک فتویٰ[۱] پیشِ خدمت ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ :۔

[۱] نوٹ :۔ یہ فتویٰ نصرۃ الابرار سے ماخوذ ہے جس میں آپ نے اپنی تصنیف

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے جواب میں مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی نے یہ فرمایا کہ ہندوؤں سے معاملہ کرنا درست ہے اور جو ایک جماعت ہندو اور مسلمان کے واسطے موقوف کرانے انکم ٹیکس وغیرہ کی قائم ہوئی ہے بشرط عدم نقصان دین ان سے ملنا درست ہے اور جو نیچری نے ہندو اور نیچریوں سے جمع کی ہے اُن سے ملنا شرعاً درست نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں ـــــ مرتد سے معاملہ کرنا ہرگز درست نہیں ـــــ آیا جواب مولوی صاحب کا شرع کے موافق ہے یا نہیں ـــــ ؟

الجواب: ـــــ ہنود زمانہ عندالتحقیق ان سب احکام کے مستحق ہیں۔ خصوصاً اس معاملہ میں انہیں شریک کرنا جس میں رفاہ عام و نفع انام و حفظ حقوق و مراعات مخلوق ہو کہ اس میں خاص انہیں کا فائدہ نہیں بلکہ اپنا اور تمام اہل وطن کا نفع ہے جبکہ مسلمانوں کے اہل تدبیر و رائے معتبر بہ نظر غامض و باریک بین و انجام شناس و وقت گزین خوب تنقیح کر لیں کہ اس سے حالاً یا مالاً اسلام و مسلمین پر کوئی ضرر عائد نہیں ـــــ یہ شرط فقیر نے ذکر کی ضرور قابل لحاظ ہے۔ [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اعلام الاعلام کا بھی حوالہ دیا ہے واضح ہو کہ نصرۃ الابرار کی طباعت اعلام الاعلام سے پہلے کی ہے اعلام الاعلام لکھا ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں چھپا ۲۴-۳-۱۹۲۷ء میں لیکن نصرۃ الابرار کی اشاعت ۱۸۸۸ء کی ہے (نوشاد عالم چشتی) (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] نصرۃ الابرار از مولوی محمد صاحب مفتی لدھیانہ ناشر مطبع صحافی ایچی سن گنج لاہور سن اشاعت نومبر ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء ص ۲۹-۳۰

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ انکم ٹیکس موقوف کرانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ظاہر سی بات ہے کہ فرنگی حکومت کے خلاف بلاجد وجہد کے کوئی بھی ٹیکس موقوف نہیں کرایا جا سکتا تھا جب تک کہ عوامی دباؤ کا زبردست اثر ونفوذ نہ ظاہر کیا جائے تب تک فرنگی کچھ بھی نہیں کرتا تھا ـــــ لہذا یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کو دارالاسلام ماننے میں جو فائدہ تھا وہ دارالحرب ماننے میں نہیں لیکن اس کے لیے صاحب بصیرت ہونا ضروری تھا۔ مگر بصیرت سب کو حاصل بھی تو نہیں ہوتی بقول علّامہ اقبال ؎

زباں نے پڑھ لیا کلمہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

فاضل بریلوی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:۔

آؤاب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور تمیل کا راز بتائیں دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے : ـــــ

★ اوّل : اُس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔
★ دوئم : یہ نہ ہو تو اُس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے
★ سوئم : یہ بھی نہ ہو سکے تو آخیر درجہ اُس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے ـــــ۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کر دیے اور اُن کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔

● اوّلاً : جہاد کے اشارے ہوئے اُس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔
● ثانیاً : جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھڑا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں،

ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے۔ یہ اپنی جائداد کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں۔ بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً، جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر اُبھارا ہے۔ [1]

اعلیٰ حضرت نے اسی نکتے کے پیش نظر ایک رسالہ بنام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار اسلام" ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا تھا جس کی پہلی طباعت آپ کے وصال کے بعد یعنی ۲۴ مارچ ۱۹۲۷ء / ۱۳۴۵ھ میں ہوئی تھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ——۔

میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ کتاب خوشنودی انگریز کے لیے لکھی گئی تھی تو پھر آپ کے وصال سے ۳۴ سال پہلے لکھی گئی کتاب آپ کے وصال سے ۶ سال بعد کیوں چھپی؟، اس لیے کوئی عقل مند اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ مقصد شریعت مطہرہ کے احکامات کو ظاہر کرنا تھا نہ کہ کسی کی خوشنودی حاصل کرنا۔ اس کتاب کے چند اقتباس ملاحظہ کریں تاکہ آپ پر حق واضح ہو جائے لکھتے ہیں :۔

"ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ —— دارالاسلام کے دارالحرب —— ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

---

[1] المحجۃ المؤتمنہ از فاضل بریلوی مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲ ناشر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۲۰۳ ؛

درکار رہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکامِ شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں ـــــ

اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمدللہ یہاں قطعاً موجود نہیں ـــــ اہل اسلام جمعہ وعیدین واذان واقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں ـــ فرائض ـــ نکاح ـــ رضاع ـــ طلاق ـــ عدۃ ـــ رجعت ـــ مہر ـــ خلع ـــ نفقات ـــ حضانت ـــ نسب ـــ ہبہ ـــ وقف ـــ وصیت ـــ شفعہ وغیرہا بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل کرنا احکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں اور بحمدللہ یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے ـــــ

نیز ایک اقتباس اور ملاحظہ کریں : ـــــ

"الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیل ربوہ کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعۂ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اُسی پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں ـــــ گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے [1] "

---

[1] اعلام الاعلام ماخذ دو اہم فتوے از فاضل بریلوی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

دانشوروں کے نزدیک اختلاف رائے یا اختلاف کرنا جہاں زندہ ہونے کا ثبوت ہے وہیں یہ بہتان باندھنا بھی انسانیت سے گرنے کے مترادف ہے۔ خود قرآن حکیم بھی یہی کہتا ہے کہ:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ٥

بیشک جھوٹے بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت ہوگئی کہ جھوٹا الزام تراشی کرنا اور بہتان باندھنا کسی بھی طور سے ایک سچا پکا مسلمان مومن کی شان نہیں ہے اور ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہاں اگر کوئی کلمہ گوئی کے لبادے میں ایسا کرتا ہے تو اس کا اسلام سے بھی کوئی واسطہ نہیں ـــــ اسلام اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہے ـــــ جب ہم فاضل بریلوی کے مخالفین حضرات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کا منہ چڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں ـــــ وہ اپنے قول و فعل سے احکامِ خداوندی کی دھجیاں فضاءِ بسیط میں بکھیرتے ہوئے نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ کتمانِ حق کے اس گھناؤنے جرم میں ملوث ہونے کے باوجود اپنے کو بہت بڑا محقق و ادیب بھی سمجھتے ہیں ـــــ حیرت تو یہ ہے قلم و قرطاس کی ناموس سے کھیلنے والوں میں "ٹانڈہ" کے جناب "ننگ اسلاف" سے لے کر گکھڑ کے جناب رئیس المحرفین "صف در" صاحبان تک سارے حضرات بنفسِ نفیس شامل ہیں ـــــ جناب عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے یہ معنوی و روحانی استاد و

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲-۷:

(حاشیہ صفحہ موجودہ برصفحہ آئندہ)

شاگرداں "رشید"، جن میں خیر سے غیر مقلدین اسماعیلی حضرات کے، "فضلاء دیوبند" بھی شامل ہیں جنہوں نے فاضل بریلوی کے خلاف بہتان بازی میں اپنی پوری زندگیاں وقف کردی ہیں۔ باوجود اس کے فاضل بریلوی کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی جارہا ہے۔ تفصیلات کے لیے "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" کا مطالعہ کریں۔ آنکھیں کھل جائیں گی۔ ایسا کیوں نہ ہو جو اللہ اور اس کے رسول کی ناموس پر اپنی عزت نچھاور کردیتا ہے اللہ اُس کی کُلاہ پرافتخار میں چار چاند لگا ہی دیتا ہے۔

نورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

فضلائے دیوبند کی بہتان بازی کا ایک نادر نمونہ آپ بھی ملاحظہ کریں جو "اعلام الاعلام" نامی تصنیف کے حوالے سے کی گئی ہے ـــــ مکاتیب رشیدیہ کے ایک "غیر معروف" محشی اپنے حاشیہ میں کچھ اس طرح گویا ہوتے ہیں:۔

"حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے اس فتویٰ "ہندوستان دارالحرب ہے کی تائید علماء ربانی نے بھلا کی۔ اس کے نتیجے میں حضرت سیّد احمد شہید کی تحریک مجاہدین اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی وجود میں آئی ـــــ انگریز کے بعض وفاداروں نے بعد میں شاہ صاحب کے اس فتوئی کے خلاف ہندوستان دارالاسلام قرار دینے کی مذموم کوشش کی اور حکومتِ برطانیہ کا اعتماد حاصل کرکے سرکاری وظائف کے مستحق ٹھہرے ـــــ ان میں مولوی

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لہ حسین احمد ٹانڈوی اور ان کی تصنیف شہاب الثاقب کا مطالعہ کریں۔

احمد رضا خاں بریلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں ایک رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" تصنیف کیا۔ جو مطبع اہل سنّت و جماعت بریلی واقع آستانہ عالیہ رضویہ" میں خان صاحب مذکور کے خلفِ اکبر مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب کے اہتمام سے طبع ہو کر ہندوستان بھر میں تقسیم ہوا[1] یہ سب اس وقت کیا گیا جب برصغیر پاک و ہند میں انگریز کے خلاف آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔[2]
کسی "غیر معروف" حاشیہ نگار کا یہ کہنا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا فتویٰ ہندوستان دارالحرب ہے کی بنیاد پر جناب سید احمد صاحب نے انگریزوں سے جنگ کی بالکل غلط ہے —— اگر سیّد احمد صاحب رائے بریلوی انگریزوں کے خلاف جنگ کرتے تو انگریزوں کی عمل داری میں کرتے۔ یا انگریزوں کی حکومت سے دُور بالاکوٹ میں آکر سنّی المذھب حنفی المسلک صحیح العقیدہ غیور مسلمان پٹھانوں سے جو انگریزوں کی عمل داری میں تھے ہی نہیں ——
کہاں بالاکوٹ سرحد کا علاقہ جہاں ابھی تک
انگریز تو پہنچا ہی نہیں تھا۔ وہاں یہ جنگ و جدال و قتال کے بعد ہی انگریز بہادروں کے قدم آئے —— خود سیّد احمد صاحب کا سوانح نگار بھی یہی کہتا ہے کہ سیّد احمد صاحب تو شروع سے ہی انگریزوں کے حمایتی تھے۔ ثبوت ملاحظہ کریں:-
"۱۲۳۱ھ / ۱۸۲۵ء تک سیّد احمد صاحب امیر خان کی ملازمت

[1] نوٹ: رسالہ اعلام الاعلام حضرت مولانا محمد حسنین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام شائع ہوا حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب کے زیر اہتمام نہیں، ملاحظہ کریں ٹائٹل پیج۔
[2] مکاتیب رشیدیہ از عاشق الٰہی میرٹھی طباعت نومبر ۱۹۸۳ء ناشر المکتبۃ المدنیہ ۱۷ اردو بازار لاہور ص ۲

میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرا دی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دینے طے پائے ——

لارڈ ہسٹینگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا —— دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں لارڈ ہسٹینگ اور سیّد احمد صاحب —— سیّد احمد صاحب نے بڑی مشکل سے امیر خاں کو شیشے میں اُتارا تھا ——

آپ نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے بُرا نہیں تو تمہاری اولاد کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے ——

انگریزوں کی قوت دن بدن ترقی پذیر ہے اور تمام قوتیں پے درپے تنزل کرتی جاتی ہیں —— تمہارے بعد فوج کون سنبھالے گا اور عظیم الشان لشکر انگلیشیہ کے مقابلے میں کون میدان جنگ میں لاکے جمائے گا۔ یہ باتیں امیر خاں کی سمجھ میں آگئی تھیں اور وہ اس بات پہ رضا مند تھا کہ گزارہ کے لیے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں بآرام بیٹھوں —— امیر خاں نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا ——

آخر ایک مشورہ کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری سے ہر ریاست میں سے کچھ کچھ حصّہ دے کے امیر خاں سے معاہدہ کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوایا اور بھوپال سے سرونج اسی طرح سے متفرق پرگنے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں

نے دلوا کے بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت سے پنجرہ میں بند کر دیا[1]"

ساتھ ساتھ سید احمد صاحب کی وفاداری کا ایک اور حوالہ ملاحظہ کریں تاکہ جہاد کی حقیقت کا پتہ چل جائے۔

"سید احمد صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آبادی کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں ـــــ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے ـــــ لیفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عمل داری میں اس میں خلل نہ پڑے ـــــ ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں ـــــ یہ تمام باتیں بین ثبوت، صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں ہی کے لیے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔"[2]

حسین احمد ٹانڈوی اجودھیا باسی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ : ـــــ

"جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی[3] ـــــ"

---

[1] حیاتِ طیبہ از مرزا حیرت دہلوی ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور اشاعت مئی ۱۹۸۴ء ص ۲۱۴ [2] ایضاً ص ۴۳۱ -

[3] (ا) نقشِ حیات از حسین احمد ٹانڈوی اشاعت اوّل ناشر دارالاشاعت کراچی جلد دوئم ص ۴۱۹ - (ب) نقشِ حیات از حسین احمد ٹانڈوی شائع کردہ مکتبہ دیوبند ۲۴ اپریل ۱۹۵۴ء جلد دوئم ص ۱۲ - ۱۳ ؛

سید صاحب کے حمایت یافتہ سوانح نگاروں کے اتنی واضح اور صاف انکار کے باوجود بھی کیا کوئی سلیم العقل یہ کہہ سکتا ہے کہ سید صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تھا ــــــ خود فضلاء دیوبند میں سے بہت سارے حضرات نے بھی انگریزوں کے زمانے میں ہی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا مثال کے طور پر مندرجہ ذیل کتب کا ملاحظہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) تحذیرالاخوان از مولوی اشرف علی تھانوی صاحب۔

(۲) قاسم العلوم مکتوبات محمد قاسم نانوتوی ترجمہ مطبوعہ ناشران قرآن لاہور ۱۹۷۴ء ص ۳۶۲۔

(۳) سفرنامہ شیخ الہند از حسین احمد ٹانڈوی مطبوعہ مکتبہ مجددیہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۱۶۶ وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی مولوی قاسم نانوتوی ــــ محمود الحسن دیوبندی صاحبان نے بھی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے خلاف اپنی تصنیفات میں (انگریزوں کے زمانے میں ہی) ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ــــ لہٰذا بقول مکاتیب رشیدیہ کے "غیر معروف" حاشیہ نگار کے یہ حضرات بھی حکومت برطانیہ کا اعتماد حاصل کر کے سرکاری وظائف کے مستحق ٹھہرے ــــ یہ منطقی استدلال اتنا واضح ہے کہ اس پر کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا ورنہ جو جواب ان کا ہوگا وہی فاضل بریلوی کے حامیوں کا بھی ہوگا ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو اپنے آپ دام میں صیاد آ گیا

برسبیل تذکرہ میں نے مکاتیب رشیدیہ کے "غیر معروف" حاشیہ نگار کا ذکر اس لیے کیا تھا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ محشی نے جہاں فاضل بریلوی

کی ذات کو بدنام کرنے کی اور بہتان تراشی کی ناکام کوشش کی ہے وہیں یہ کتاب کے مقدمہ میں نفیس صاحب جو خیر سے جناب عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اپنے ممدوح جناب مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے دامن (جو بقول خود ان کے سوانح نگاروں کے انگریز دوستی سے داغدار ہے) کے داغ کو مٹانے کی سعی لاحاصل کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی گنگوہی صاحب جب شک و شبہ کی بنا پر گرفتار ہو گئے اور ان کو مظفر نگر جیل میں ڈال دیا گیا۔ جس کا بیان یوں کیا گیا ہے کہ : ــــــــ

"جب کچہری کے روبرو پیش ہوتے تو جو دریافت کیا جاتا بے تکلف اس کا جواب دیتے۔ آپ نے رخصت کے بجائے "عزیمت" کا راستہ اختیار کیا "جو بات کہی سچ کہی" اور جس بات کا جواب دیا "صاف صاف دیا" ــــــــ پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا۔" آپ نے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے" کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تم کو پوری سزا دیں گے ــــــــ آپ فرماتے کیا مضائقہ ہے۔ بالآخر چھ مہینے جیل میں رہنے کے بعد آپ رہا کر دیئے گئے ــــــــ لیکن سی۔ آئی۔ ڈی کا پہرہ آپ پر لگا دیا گیا جو رحلت کے ساتھ ہی ختم ہوا۔ [۱]

یہی وہ مقام ہے جہاں فاضل بریلوی کے مخالفین حضرات کے تقویٰ و طہارت نیز اسلام پسندی کا بھانڈا بیچ چوراہے پر پھوٹ جاتا ہے ــــــــ تحقیقی مراحل سے گزرنے کے بعد مجھے یقین ہو چلا ہے کہ فاضل بریلوی کے مخالفین کے یہاں صرف دھوکہ ابن الوقتی جھوٹ مکر و فریب

---

[۱] مکاتیب رشیدیہ مرتب عاشق الٰہی میرٹھی طباعت نومبر ۱۹۸۳ء ناشر المکتبۃ المدنیہ لاہور ص ۷

اور سازشی کردار کے علاوہ کچھ نہیں ہے یہ صرف میری نہیں بلکہ تمام غیر جانبدار محققین کی بھی یہی رائے ہے ـــــ محشی کے دل کا چور ملاحظہ کریں جناب نے یہ تو لکھ دیا کہ پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھائے ؟ ـــــ تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا ـــــ ؟ آپ نے ٹھیک ٹھیک جواب دیے ـــــ لیکن جواب نہیں لکھا گیا کہ جناب گنگوھی صاحب نے کونسا ٹھیک ٹھیک جواب دیا تھا ـــــ جواب لکھنے سے چشم پوشی کیوں کی گئی اور اپنے قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کیوں کی گئی آئیے اس حقیقت سے پردہ ہم اُٹھاتے ہیں ـــــ یاد رکھیے یہ لوگ یہاں جس قدر جھوٹ بولنا چاہیں بول لیں اور جس قدر سیاہ کو سفید یا سفید کو سیاہ کرنا چاہیں کر لیں، لیکن کل قیامت میں سوائے رسوائیوں کے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا آج بہتان بازی اور پروپیگنڈہ کے زور پر چاہے جو کچھ کر لیا جائے کل قیامت میں یہ سودا گھاٹے کا ثابت ہوگا ـــــ میں نے جب اصل حقیقت کو جاننے کے لیے تذکرۃ الرشید کا مطالعہ کیا تو مجھے اس کے برعکس حقائق معلوم ہوئے لیجئے آپ بھی پڑھ لیں. گنگوھی صاحب کے سوانح نگار جناب عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ :ـــــ

"ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت امام ربانی (گنگوھی صاحب) اپنے "رفیق جانی" مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا ـــــ یہ نبرد آزما دلیر جتھا "اپنی سرکار" کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے

لیے طیار[1] ہو گیا۔

اللہ رے شجاعت و جوانمردی کے جس ہولناک منظر سے شیر کا پتا پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں ۔۔۔۔

چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے" (ص ۷۴ - ۷۵)

مزید لکھتے ہیں :۔۔۔۔

"جب "بغاوت و فساد" کا قصہ فرد ہوا اور رحم دل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں۔ انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہ لوگ تھے" (ص ۷۹)

مزید لکھتے ہیں کہ :۔۔۔۔

"ہر چند کہ یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اس لیے گرفتاری کی تلاش تھی۔ مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی اس لیے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات "اپنی مہربان سرکار کے" دلی "خیر خواہ تھے" تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے"۔۔۔۔ ہاں چند روز کی تفریق میں الاحباب مقدر تھی وہ اٹھائی تھی سو اٹھائی۔ اور اس ضمن

---

[1] نوٹ: اصل کتاب میں یونہی لکھا ہے۔ (نوشاد عالم چشتی)

میں کرامات و خوارق عادات غیبی حفاظت کے سامان اور سچائی ثابت ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے۔ اس قصہ کے بعد مولانا مسجد میں رہتے اور کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرتا تھا"۔ (ص ۷۹)

مزید ملاحظہ کریں :

"حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اس لیے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے۔

آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش اور چھان بین سے کالشمس فی انہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت محض الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اس وقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر و عافیت وطن مالوف کو واپس آئے۔ (ص ۷۹)

آخر میں گنگوہی صاحب کا مکالماتی جواب بھی ملاحظہ کر لیں "جو ٹھیک ٹھیک دیا تھا" اور جس کو چھپانے کی بڑی جتن کے ساتھ کوشش کی گئی تھی۔ حکام انگریزی سے کس قدر وفاداری اور لگاؤ کا بے پناہ جذبہ ظاہر ہو رہا ہے خود اندازہ لگائیں۔ میرٹھی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ :

"جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے تو ظاہر ہو کر بے تکلف گفتگو کرتے اور جو وہ دریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان کو موڑ کر نہیں کہا ــــ کسی وقت جان بچانے کے لیے تقیہ نہیں کیا۔ جو بات کہی سچ کہی، اور جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر دیا ــــ بالکل واقع کے مطابق اور حقیقت حال کے موافق۔ کبھی آپ سے سوال ہوا کہ رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا ــــ آپ جواب دیتے۔

"ہمارا کام فساد کا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی"۔ —— کبھی دریافت ہوتا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھائے تو آپ اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے ——
کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تم کو پوری سزا دیں گے۔ آپ فرماتے کیا مضائقہ ہے مگر تحقیق کرکے ایک مرتبہ حاکم نے پُوچھا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے آپ نے فرمایا کچھ بھی نہیں مگر زمینداری غرض حاکم نے ہرچند تحقیق کیا اور تجسس وتفتیش میں پوری کوشش صرف کردی مگر کچھ ثابت نہیں ہوا —— اور ہر بات کا معقول جواب پایا آخر بری کئے گئے اور فیصلہ سُنایا گیا رشید احمد رہا کئے گئے" (ص ۸۴ - ۸۵) [1]

دیکھا آپ نے حقیقت کو کس طرح افسانوی رنگ دے کر بالکل حلیہ ہی تبدیل کر دیا گیا ہے کمال تو یہ ہے کہ جناب نفیس صاحب عبدالقادری رائپوری صاحب کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اللہ کی پناہ "ایسے شیخ اور ایسے خلیفے جی" سے جس کے پیش نظر نہ خوفِ خدا ہے اور نہ آخرت کے عذاب کا ڈر، ایسے لوگ معاشرہ کو کس طرح تباہ کر دیں گے وہ ہم سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

انگریزی گورنمنٹ کی حمایت میں اس طرح کے کردار ادا کرنے پر پردہ ڈالنا اور وفاداری ثابت کرنے والے جوابات کو گول کر جانے کا اصل مقصد ہی اپنے قارئین کو دھوکے میں رکھنا ہے مگر انشاء اللہ اہل فکر ونظر کو دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا —— قارئین سے عمومی اور محققین سے خصوصی ہماری گذارش ہے تذکرۃ الرشید کو ایک بار ضرور

---

[1] تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی میرٹھی بار دوئم سن ندارد ناشر مکتبہ عاشقیہ والمطبع الخیریہ قیصر گنج روڈ میرٹھ ص ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۹ - ۸۴ - ۸۵ ؛

پڑھ لیں تاکہ فضلاء دیو بند کی انگریز پرستی کی ساری حقیقت عیاں ہو جائے ــــــ

آخر میں تحریک ہجرت پر یہ گفتگو کو ختم کرتے ہوئے پاکستان کی ایک معروف شخصیت جناب کوثر نیازی صاحب کے تاثرات کو اپنے قارئین کے سامنے رکھ دینا چاہتا ہوں جن کی تعلیم وتربیت فاضل بریلوی کے کسی خانوادے سے نہیں بلکہ ان کے مخالفین کے یہاں ہوئی آپ لکھتے ہیں :ــــ

"اور تحریک ہجرت اس بحث کا منطقی نتیجہ تھی کہ ہندوستان دارالسلام ہے یا دارالحرب امام احمد رضا اسے دارالحرب قرار نہیں دیتے تھے وہ جانتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کے لیے سود کھانا تو جائز ہو جائے گا مگر ہجرت اور تلوار اٹھانا ان پر لازم ہو جائے گا۔ وہ اسے دارالاسلام قرار دیتے تھے کہ سینکڑوں برس مسلمان اس پر حکمران رہے تھے۔ اب بھی سرزمین میں امن تھا اور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

حیرت ہے کہ جو لوگ انگریز کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر مصر تھے آج ہندو راج میں اسے دارالحرب قرار دینے کا لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتے ــــــ مطلب واضح ہے کہ انگریز کے سامنے ہندو پس پردہ ان فتنوں کی تار ہلا رہے تھے جن میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جارہا تھا تاکہ مسلمان انگریز کے

ؔ نوٹ : بقول ایچ بی خاں صاحب کے مسلمان اس کسمپرسی کی حالت میں تھے کہ وہ تلوار اٹھا ہی نہیں سکتے تھے۔ جیسا کہ حوالہ گذر چکا ہے۔ اس لیے تلوار اٹھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ (نوشاد عالم چشتی)

خلاف تلوار اُٹھائیں ۔ مر کھپ جائیں اور جو باقی بچیں وہ ہجرت کر کے اس سر زمین ہی کو چھوڑ جائیں ـــــ آج ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو ہندو سیکولرازم کا طلسم پاش پاش ہو جاتا ہے مسلمان جہاد کے نام پر برسرِ پیکار رہوں یا ہجرت کریں سیکولرازم کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے ـــــ

اس لیے آج ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے مفتیانِ کرام کے وارث مہر بلب ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے امام احمد رضا کے فتوے کی تائید کر رہے ہیں ۔ [۱]

بات کو طویل نہ کرتے ہوئے آخر میں ایک اور حوالے کی روشنی میں فاضل بریلوی کی بصیرت کو ملاحظہ کر لیں ـــــ ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے انگلش مین جریدہ میں اپنا ایک مضمون ۱۶ مئی ۱۸۷۱ء میں شائع کیا تھا جس میں ہندوستان کو دارالحرب بن جانے کا فائدہ بتلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ ـــــ

"ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی تمام معتبر کتابوں کے بموجب ہندوستان دارالاسلام نہیں رہا بلکہ وہ دارالحرب ہو گیا ہے پس جو مسلمان رعایا اب زیادہ پُر جوش ہے خود اس کے حق میں بھی اور نیز ہمارے حق میں بھی یہ بات کچھ خفیف نہیں ہے کہ ہندوستان اب دارالحرب ہو گیا ہے ـــــ اور اس صورت میں اُن پر ہم سے بغاوت کرنا اور اس کو پھر دارالاسلام بنانا فرض نہیں ہے ۔ مگر ہم اپنے پہلے مضامین میں یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ

---

[۱] امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت از کوثر نیازی ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا جنوری ۱۹۹۱ء ص ۲۴-۲۵ ؛

ہندوستان اب دشمن کا ملک ہے اس سبب سے اس زمانہ کے
مسلمانوں کو اپنی کتابوں کے بموجب فرض ہے کہ وہ ساکت رہیں
کیونکہ اس کی جواب دہی ان کے ذمہ نہیں ہے بلکہ اُس خدا کی
مشیت پر غالب ہے اور بناوٹ کرنے سے جن خطرات کا احتمال
ان کے مذہب کی نسبت ہے وہ احتمال اس بات پر ان کو مجبور
کرتا ہے کہ وہ جہاد کو اب ناجائز سمجھیں [1]

کچھ سمجھیں آپ ہنٹر کا کہنا ہے کہ ہندوستان کو دارالحرب مان
لینے میں انگریزوں کو ہی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو اس کی
آزادی کے لیے جدوجہد کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔ برعکس اس کے اگر اس
کو "دارالاسلام" مانا جائے تو جدوجہد آزادی کا جواز باقی رہتا ہے اور
فاضل بریلوی اسی جواز کو باقی رہنے کے لیے دارالاسلام کہتے ہیں۔ لیکن
مخالفین کے نزدیک یہ بھی انگریزوں کی حمایت ہے —— سچ ہے
کہ مخالفت تو ہر خوبی و حسن کو بھی عیب میں بدل دیتا ہے۔

اب فاضل بریلوی کی اُس تحریر کو ملاحظہ کر لیں جو آپ نے اس طرح
کے الزام کے حوالے سے لکھا ہے جو اپنے اعتبار سے ایسے لوگوں کے
لیے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کے بتلائے ہوئے
جملہ احکامات پر خلوص دل کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے عمل پیرا
ہیں۔ ہاں جو احکامِ خداوندی سے "آزاد" ہیں ان کے لیے شاید اس سے کوئی
سروکار نہ ہو اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کیونکہ ؎

---

[1] ہنٹر پونٹڑ از سرسید احمد خاں بار اوّل اپریل ۱۹۴۹ء ناشر اقبال
اکیڈمی ایبک روڈ انارکلی لاھور ۶۶ - ۶۷ ÷

طوفانِ نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ کیا
دو قطرے ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت نے جس شاندار طریقے سے اپنی ذات پر لگائے گئے اس الزام سے برأت ظاہر کی ہے اور بہتان بازی کرنیوالوں سے مجادلہ کے رنگ میں دُعا کی ہے اور معاملہ اللہ جل جلالہٗ کے سپرد کر دیا ہے وہ اپنی انفرادیت اور امتیازی حیثیت میں ایک لاجواب عمل ہے آئیے آپ بھی اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کرلیں۔ فرماتے ہیں :۔

"للّٰہ انصاف کیا یہاں اہلِ حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کو تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا اُن اہلِ باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مسل ڈالا ——— مسلمانوں کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتویٰ اہل سنّت نے دیئے کلامِ الٰہی و احکامِ الٰہی بیان کئے یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے ——— وہ جو پیر نیچر کے دَور میں نصرانیت کی غلامی اُبلی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں۔ کیا اس کا رَدّ علمائے اہل سنّت نے نہ کیا۔ وہ کس کے خوش کرنے کو تھا ——— کیا بکثرت رسائل و مسائل اُس کے رَدّ میں نہ لکھے گئے۔ حتیٰ کہ اُس کے بچے ندوے کے رَدّ میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جابجا اُس نیم نصرانیت کا بھی رَدّ بلیغ ہے ——— یہ کس کو خوش کرنے کو تھا ———"؟

مزید لکھتے ہیں :———

"لیڈروں اور اُن کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید کی غلامی خوشنودی نصاریٰ کی کی ——— اب کہ اُن سے بگڑی اُس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کی اُن کی غلامی ہے ———

سمجھتے ہیں معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے۔ حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اُس کے احکام پہنچانا ــــــ وللہ الحمد ــــــ

سُنیے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار ہزار لعنتیں جس نے ــــــ انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو ــــــ نہیں ــــــ نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہہ و آگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اُس سے خوشنودی نصاریٰ اُس کا مقصد و مدعا ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لیے اور تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے ــــــ اللہ عزوجل کے کلام و احکام تحریف و تغیر سے کایا پلٹ کر ڈالے ــــــ شعائرِ اسلام بند کئے ــــــ شعائرِ کفر پسند کیے ــــــ مشرکوں کو امام و ہادی بنایا ــــــ اُن سے وداد و اتحاد ٹھانا اور اس پر لیڈر رمل کر کہیں!!!

آمین! ــــــ

اُن کی یہ آمین انشاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی اگرچہ اُن میں بہت کسی دُعا نہ ہو اِلا فی ضلٰل۔ [1]

فاضل بریلوی نے بارگاہِ الٰہی میں ان لفظوں پر مشتمل استغاثہ

---

[1] المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ از فاضل بریلوی۔ مسمولہ رسائل رضویہ جلد ۲ اشاعت ۱۹۷٦ء ناشر مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۴۲ ــــــ ۱۴۳ ــــــ ۱۴۴

پیش کر دیا ہے کل انشاء اللہ میدانِ محشر میں حق و باطل کا فیصلہ بھی دیکھ لیں گے انشاء اللہ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج ہم نے فاضل بریلوی کی دعاؤں کا ثمرہ بھی دیکھ لیا اور حالات و زمانہ کی گردشوں نے واقعات کے رُخ سے پردہ ہٹا کر حق و باطل میں ایک حدِ فاصل بھی کھینچ دی اور یہ بھی بتلا دیا کہ حق پر کون تھا اور باطل کی ظلمتیں کس کے مقدر کی جزو لاینفک بن گئی ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ فاضل بریلوی کا ہر مخالف اپنا جرم دوسروں کے سر دھرنے کی جد وجہد میں مصروف عمل ہے۔ اور نفسیات کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ خوب جانتا ہے کہ مجرم کی سرشت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ جرم بانٹ کر اپنے "انا" کو تسکین دیتا ہے اور وہ برملا کہتا ہے کہ —— اگر میں اچھا نہیں تو —— تم بھی خوبرو نہیں !!!

الزام نمبر ۳ : عبد الرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں : ۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے ؛"

واضح ہو کہ یہ میرے مقالہ کا آخری عنوان ہے ملیح آبادی صاحب کے ترکش کا آخری تیر نہیں کیونکہ فاضل بریلوی کی ذات پر عبد الرزاق

ملیح آبادی کے بے سرو پا لگائے گئے الزامات کی فہرست طویل ہے میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف ان میں سے تین الزامات اور ان کے جزیات پر گفتگو کرنی چاہی ہے۔

اس الزام پر مزید گفتگو کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ فاضل بریلوی کا تکفیر کے معاملے میں کیا نقطہ نظر تھا اسے پہلے معلوم کر لیا جائے تاکہ عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے کذبات کو سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

فاضل بریلوی اپنی تصنیف سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابائے نجدیہ میں لکھتے ہیں :۔

"لزوم اور التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہے ـــــ ہم احتیاط برتیں گے۔ سکوت کریں گے ـــــ جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرنے سے ڈریں گے"۔ [۱]

یہ ہے فاضل بریلوی کا محتاط انداز تحقیق کے آئینہ میں۔ اس کے برعکس فاضل بریلوی کے مخالفین دراصل جن کا کام ہی تمام دنیائے اسلام کے سچے پکے اہل سنّت وجماعت سے تعلق رکھنے والے سُنی مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانا ہے وہ اس طرح کے مذموم پروپیگنڈہ سے فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنا چاہتے ہیں۔

یہ کون نہیں جانتا ہے کہ برصغیر میں انگریزوں کے آنے سے پہلے یہاں کے مسلمان عوام کی اکثریت اہل سنّت وجماعت کے عقیدے سے منسلک

۱۔ انوار رضا (مجموعہ مقالات) بار دوئم اگست ۱۹۸۶ء ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص ۱۴ - ۱۵ ؛

تھی۔ بہت کم تعداد جو انگلیوں پر گننے کے قابل تھی وہ روافض اور خوارج کے عقیدے سے متاثر تھی جس کا اعتراف ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد) صاحب کو بھی ہے۔ لکھتے ہیں :-

"امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے۔ اسّی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔" ۱؎

لیکن فرنگیوں کی آمد کے بعد جہاں مسلمان شہنشاہوں کی سلطنتوں کا زوال شروع ہوا وہیں مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے عقیدے پر بھی شبخون مارا گیا ــــــ مکر و فریب کا جال بچھایا گیا چونکہ یورپ میں عیسائیت کے کیتھولک فرقے کے خلاف ایک نیا فرقہ بنام پروٹسٹینٹ کی ولادت ہو چکی تھی جنہوں نے چرچ اور پوپ کے خلاف ایک منظم احتجاجی تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی اور انہیں کے لگے بندھے برصغیر میں خانقاہی نظام کے خلاف گمراہ مسلمان نما لوگوں کو خرید کر منظم طریقے سے متحرک کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلافات شروع ہو گئے اور بات دست و گریبان سے چل کر تکفیر بازی پر جا پہنچی ؎

دل نے آنکھوں سے اور آنکھوں نے ان سے کہہ دی
بات چل نکلی ہے اب دیکھو کہاں تک پہنچے

۱؎ شمع توحید از ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا سنہ اشاعت ندارد ناشر مکتبہ ثنائیہ سرگودھا پاکستان ص ۴۰ ؎

نوٹ :- شمع توحید کی اشاعتِ اوّل اپریل ۱۹۳۸ء میں امرتسر سے ہوئی تھی۔ اس کی اشاعتِ ثانی تقسیم ہند کے بعد سرگودھا سے ہوئی ہے جس میں سے بہت کچھ حذف کر دیا گیا ہے۔ ــــــ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ۱۹۳۸ء سے ۸۰ سال قبل یعنی ۱۸۵۸ء کے لگ بھگ اور اس سے ماقبل برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی اکثریت اسی خیال سے وابستہ تھی جنہیں "آجکل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یہ بھی ایک بہت ہی حیرت انگیز بات ہے کہ جہاں شیعت اور کیتھولک فرقے کے نظریات میں بہت گہرا تعلق ہے وہیں وہابیت اور پروٹسٹینٹ کا آپس میں بے مثال تعلق فطری اور نظریاتی ہم آہنگی، خوب سے خوب تر کے انداز میں پائی جاتی ہے۔ جو لوگ مذاہب عالم اور تقابل ادیان پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

حق یہ ہے کہ فاضل بریلوی ہر مسلمان کو مسلمان اور ہر کافر کو کافر جانتے اور سمجھتے تھے وہ نہ کسی کافر کو مسلمان کہتے تھے اور نہ کسی مسلمان کو کافر۔ جیسا کہ میں نے مذکورہ بالا حوالے کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے:۔۔۔۔۔۔

یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ "اسلام" اور "بانیٔ اسلام" کے خلاف بغاوت کر کے بھی اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار بنفسہٖ خود کو سمجھتے تھے۔ فاضل بریلوی نے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ایسے لوگوں کی نقاب کشائی فرمائی جس سے اہلِ اسلام خوب سے خوب تر کے انداز میں واقف ہوئے اور جن کے دام میں آنے سے بچ گئے اور یہی ایک وفادار اور غیرت مند اُمتی کا شعار ہے۔

چونکہ جب ایسے لوگوں کا گھناؤنا اور مکروہ کردار فاضل بریلوی کی مخلص سعی بلیغ سے بے نقاب ہوا تو پھر اُنہیں لوگوں نے ردِ عمل کے طور پر یہ مکروہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل، ابولہب سے بڑھ کر اکفر سمجھتے ہیں۔

لیکن جب فاضل بریلوی کے مخالفین کی جانب سے لگائے گئے

بقول مخالفین "بریلوی حنفی" کہا جاتا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے افراد اسی خیال فکر پر کاربند ہیں اندازہ کریں دورِ استعمار کا نومولود فرقہ کون ہے؟ بریلوی حنفی یا دیوبندی وہابی مودودی پرویزی اور قادیانی وغیرہ؟؟؟ (نوشاد عالم چشتی)

اس طرح کے الزامات کو تحقیقی نقطۂ نظر سے جانچا اور پرکھا جاتا ہے تو معاملہ بالکل اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر مقتول بالاکوٹ اسماعیل دہلوی صاحب اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں کہ:

سو اس عقیدے سے البتہ آدمی مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اور اولیاء سے رکھے خواہ پیر اور شہید سے، خواہ امام اور امام زادے سے ــــــــ

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح مشرک ثابت ہوتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں چند سطر بعد ــــــــ

پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح مشرک ثابت ہوتا ہے [1]۔

خط کشیدہ جملوں پہ ذرا غور کریں تو اس عبارت کی لپیٹ میں دُنیا جہاں کے تمام کے تمام مسلمان آجاتے ہیں۔ ایک ایک حرف کے تیور سے جو شرک کے خوفناک شعلے نکل رہے ہیں ان کی زد سے دنیا کا کوئی مسلمان کیا بچ گیا ہے، جو اُن کی خود ساختہ "جماری" توحید کے اعتبار سے مشرک نہ ہو گیا ہو ــــ اللہ کی پناہ ــــ اسماعیل صاحب کے مطابق اگر کوئی اللہ کی عطا سے بھی اس بات کا قائل ہو گیا ہو تو بھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اب ہر وہ شخص جسے عقل چھو کے آگے نہ نکل گئی ہو وہ خود بخود اس بات کا اندازہ لگالے گا کہ پوری

---

[1] تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء ناشر شیخ محمد یوسف کراچی پاکستان ص ۳۶ -

دُنیا کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل اور ابولہب سے بڑھ کر اکفر کون گردان رہا ہے ؟ فاضل بریلوی یا ان کے مخالفین ؟

اسماعیل صاحب دہلوی کا ایک اور حوالہ ملاحظہ کریں جس میں سوادِ اعظم اہل سنّت و جماعت کے عقیدے کی تضحیک اور اللہ جل شانہ، کی طرف سے برہان و قدرت کے ساتھ بھیجے گئے انبیاء و رسول علیہم السلام اور ان کے سچے وارثین حضرات اولیاء علیہ الرحمۃ الرضوان کی عظمت اور وجاہت کا کس بے دردی سے مذاق اُڑایا گیا ہے لکھتے ہیں :

"پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اُسی کا مخلوق اور اُسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔

مگر یہی پکارنا ___ منتیں ماننا ___ نذرونیاز کرنی ___ ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا ___ یہی اُن کا کفر و شرک تھا ___ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے ___ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں ۔" [۱]

فاضل بریلوی کے مخالفین کی مستند کتابوں کے حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاضل بریلوی نہیں بلکہ ان کے مخالفین عالم کے تمام سوادِ اعظم اہل سنّت کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے سمجھتے اور کہتے ہیں ۔ لیکن الزام تراشی کے اس مذموم پروپیگنڈہ کے بارے میں کیا کہا جائے سوائے اس کے کہ ؎

انہیں بھی تو دامن سے دھو ڈالیے گا
میرے خون کے کچھ نشاں اور بھی ہیں

---

[۱] تقویۃ الایمان اردو از اسماعیل دہلوی اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء ناشر شیخ محمد یوسف کراچی پاکستان ص ۳۲-۳۳ ؛

اسماعیل صاحب دہلوی کی اس "مشترک ہنادٔ تحریک" کی مخالفت الحمدللہ ثم الحمدللہ خانوادہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے خود گھر کے افراد کے علاوہ جید تلامذ حضرات نے بھی کی۔ جس کی پوری تفصیل دنیائے اہل سنت کے معروف محقق سراج نقشبند حضرت علامہ عالی جناب ابو الحسن زید[1] فاروقی مجددی ازہری مدظلہ العالی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" میں پوری صراحت کے ساتھ کردی ہے جس کی تفصیلات وہاں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں ساتھ ہی ساتھ مزید معلومات کے لیے علامہ اجل فاضل بے بدل فضل ملت حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ کی تصنیف "تحقیق الفتویٰ" کا مطالعہ بہتر ہی سودمند رہے گا۔ جس کی تائید و تصویب ان مندرجہ ذیل حضرات القدس علیہم رحمۃ الرضوان نے کی ہے :-

① جناب مولانا محمد شریف صاحب
② جناب مولانا حاجی محمد قاسم صاحب
③ جناب مولانا محمد حیات آری صاحب
④ جناب مولانا کریم اللہ صاحب
⑤ جناب مولانا محمد رشید خان صاحب
⑥ جناب مولانا مخصوص اللہ صاحب
⑦ جناب مولانا محمد رحمت صاحب
⑧ جناب مولانا عبدالخالق صاحب
⑨ جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب

[1] افسوس زید فاروقی صاحب علیہ الرحمۃ کا ۲ دسمبر جمعرات ۱۹۹۳ء کو دہلی میں انتقال ہوگیا (نوشاد عالم چشتی)

۱۰ جناب مولانا محمد موسیٰ صاحب
۱۱ جناب مولانا خادم محمد صاحب
۱۲ جناب مولانا احمد سعید مجددی صاحب (جد امجد حضرت ابوالحسن زید فاروقی صاحب)
۱۳ جناب مولانا محمد شریف صاحب
۱۴ جناب مولانا محمد حیات صاحب
۱۵ شیخ الاسلام مولانا صدر الدین صاحب
۱۶ جناب مولانا رحیم الدین صاحب
۱۷ جناب مولانا میر محبوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ان اکابرین ملّت کے نزدیک چونکہ اسماعیل صاحب دہلوی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہتے تھے لہذا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا تو خود کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا یعنی "وہ خود کافر ہو جائے گا" کے بموجب تھے ______،

لیکن فاضل بریلوی کا اسماعیل دہلوی صاحب کے بارے میں مقام احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔

کیونکہ ان کے بارے میں ایک خبر یوں بھی مشہور ہو گئی تھی کہ انہوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی (جس کا شرعی ثبوت حاصل نہیں ہے) آپ اپنی تصنیف میں ان کی ایک ایک عبارت پر شرعی گرفت فرمانے کے باوجود آخر میں یہ لکھتے ہیں کہ ______

"بالجملہ ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح ظاہر و زاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نا فرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب

فتوٰی اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر۔ باجماع آئمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سرِ نو کلمہ اسلام پڑھنا واجب

اگرچہ ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اکفار سے کفِ لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب واللہ سبحٰنہ' وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ' اتم واحکم [1]

حقیقت حال یہ ہے کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے جن چند لوگوں کی کفریہ عبارات سے پردہ اُٹھایا اور ان کی شرعی حیثیت کا تعین قرآن وسنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں فرمایا اب خود اُن کے حواری بھی ان عبارتوں پہ کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور قائل کو کافر کہنے لگے ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ جب اُن کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کفر کی زد میں خود "ہمارے اسلاف" و "اکابر ہی" آ گئے ہیں تو پھر جی بھر کے مستفتی پر تبرا کیا جاتا ہے اور گالیاں دی جاتی ہیں اور بار بار مستفتی سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تو نے کتاب کے مصنّف کا نام بتلائے بغیر کیوں فتویٰ پوچھ لیا؟ ـــــ تو نے "خیرات العلوم" حضرت فلاں ابن فلاں کا نام کیوں نہیں لیا؟ ـــــ اب جب عبارت "ہمارے حضرت جی" کی ہے تو فتویٰ یوں نہیں بلکہ یوں ہوگا۔ ہاں عبارت ہمارے مخالف کی ہوتی تو قول اوّل مع تصدیق ثانی پر عمل کیا جاتا یعنی ؎

جنابِ شیخ کا ایک قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی ہے

اپنے قارئین کی طبع ضیافت کے لیے میں ایک ایسی نادر مثال پیش

---

[1] الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیۃ از فاضل بریلوی بار اول ۱۹۸۷ء ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۶۱-۶۲ ؛

کرنا چاہتا ہوں جو فاضل بریلوی کے مخالفین کی ذہنیت کا مکمل آئینہ ہے اور جس سے مخالفین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے "علمی سطحیت" اور "نفاسنیت" کا پورا پورا پتہ چلتا ہے نیز ان کے تقویٰ و طہارت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے آپ اس کو خود پڑھ کر لطف اٹھائیں۔ کسی مفت۔ یان دیو۔ بند کو مندرجہ ذیل چند سطریں لکھ کر بھیجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں آنجناب کا شرعی فیصلہ کیا ہے ——— ؟

استفتاء: "دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم (سے) کہ نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں ———

بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بائیں معنیٰ سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں [1]۔

"فتویٰ نمبر ۴ الجواب": "انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت وجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔"

فقط واللہ اعلم سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک وہ تجدید ایمان

---

[1] تصفیۃ العقائد از قاسم نانوتوی با اہتمام ظہور الحسن ناظم مطبع خواجہ برقی پریس جامع مسجد دہلی سنۂ اشاعت ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ص ۲۲ — ۲۴ :

اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔"

مسعود احمد عفا اللہ عنہ،

مہر دارالافتا فی دیو بند۔ الہند[1]

اس فتوے کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو تو یہ ہے کہ جب مفت۔یان۔ دیو۔بند کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ عبارات بانیٔ دیو بند جناب قاسم نانوتوی صاحب کی کتاب تصفیۃ العقائد کی صفحہ ۲۲ اور ۲۴ سے لی گئی ہیں کہ اُن کے ہاتھوں سے طوطے اُڑ گئے اور پیروں تلے زمین کھسک گئی ـــــ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن اب کیا کیا جائے؟

بہت غور و فکر کرنے کے بعد اس کا واحد حل یہ نکالا گیا کہ کمبخت مستفتی کو ہی جی بھر کر تبرائی انداز کامیں گالیاں دی جائیں کہ اس کی وجہ سے ہم نے ایک "ایسی حق بات کہہ دی جس کی مخالفت خود ہمارے اکابر ہی کر گئے ہیں اگر اس نے ہم سے اس انداز میں استفتاء نہ کیا ہوتا تو ہم بھی حق آشکارا نہ کرتے چاہے اُمت کا شیرازہ بکھر جائے، اتحاد اُمت پارہ پارہ ہو جائے، شانِ رسالت میں تنقیص اور ذات الوہیت کی بے ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ احکام خداوندی کی صریح مخالفت ہو جائے۔ مگر "عبارات اکابر" پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

حق تو یہ ہے کہ یہ "گالی نواز" ٹولہ مکمل طور پر کلام الٰہی کی اس آیت کے چلتے پھرتے تفسیری نمونہ ہیں جن کا ذکر اللہ ربّ العزت نے یوں کیا ہے :ـــــ

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ۔[2]

---

[1] ماہنامہ تجلّی دیو بند۔ ایڈیٹر عامر عثمانی ماہ اپریل ۱۹۵۶ء ناشر دفتر تجلّی دیو بند سہارنپور یوپی بھارت ص۔۱ [2] القرآن الحکیم سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۱ ؛

(یعنی) وہ لوگ جنہوں نے اپنے احبار و رہبان (عالموں اور درویشوں) کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنا لیا ہے۔

واللہ! "اگر یہ لوگ ہمارے اس زمانے میں موجود نہ ہوتے تو شائد ایک عام مسلمان کے لیے ولید بن مغیرہ اور اُس کے حواریوں کی شانِ رسالت میں گستاخیاں اور عبداللہ بن ابی کی منافقت کا ادراک بہت مشکل ہوتا۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے قول و فعل اور کردار و عمل سے اُن کی تصدیق کر کے عام مسلمانوں کے لیے مسئلے کو حل کر دیا ہے۔" ہر باغیرت اُمتی کے لیے یہ عناصر ایسی عبرت کی تصویر ہیں جسے دیکھ کر تمام سنجیدہ مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے تاکہ کل قیامت میں غضبِ الٰہی سے بچ سکیں۔

وائے ناکامیٔ زاھد کہ جبیں یہ اس کی
داغ سجدہ تو بنا داغِ محبّت نہ بنا

میں اپنا ایک ذاتی تجربہ بھی اس ضمن میں اپنے قارئین کو بتانا چاہوں گا جس کی اجمالاً تفصیل یوں ہے:۔

ایک بار میں اپنے ایک واقف جس کا تعلق اہلِ سُنّت و جماعت سے نہیں (بلکہ کراچی کے ایک دیوبندی ادارہ سے ہے) اور جو اعلیٰ حضرت کا سخت مخالف ہے اس سے بات کر رہا تھا اتحادِ اُمّت کے حوالے سے بات چل رہی تھی اور وہ بار بار مجھ سے فضلائے دیوبند کی فضیلتیں ان کے تقویٰ و طہارت اور علمی مقام کی دوھائی دے رہا تھا اور مجھ سے یہ اصرار کرتا جا رہا تھا کہ

"کسی کو کافر کہنے سے کیا فائدہ"؟

میں نے جب اس کی ذہنیت کا پورا اندازہ لگا لیا تو ایک نئی ترکیب اختیار کی اور گفتگو کا رُخ قادیانیت کی طرف کر دیا اور یوں بلا کسی اختلاف کے اس موضوع پر کافی دیر تک خاطر خواہ گفتگو ہوتی رہی۔ اسی دوران

میں اُٹھا اور الماری کھول کر ایک کتاب سے چند سطریں ایک رقعہ پر لکھ کر اُن کو دکھائیں اور پھر پوچھا کہ آپ بتائیں اس عبارت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ عبارت یہ ہے :۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ——
چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"[1]

یقین جانیے وہ صاحب اس عبارت کو پڑھ کر مارے غصہ کے بھڑک اُٹھے اور "مغلظات" سے نوازتے ہوئے کہنے لگے کہ "یہ کسی خبیث، مرتد، بے ایمان، کافر قادیانی کی عبارت معلوم ہوتی ہے اُس جاہل مطلق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جس سے یقیناً بلا شک و شبہ ختم نبوت میں فرق پڑتا ہے جو صریحاً قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نئے نبی کو فرض کرنا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ختم نبوت کے باب میں کی گئی تشریح لا نبی بعدی سے کھلم کھلا بغاوت اور فرمانِ رسول کی تکذیب ہے لہٰذا ایسا شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا"۔

میں نے کہا بہت خوب آپ نے واقعی بڑی حق بات ارشاد فرمائی ہے، اور اسی پر ہمیشہ قائم رہیے گا —— کہنے لگے پہلے یہ تو بتاؤ کہ ایسا لکھا کس نے ہے؟ میں نے کہا کہ اسے چھوڑیئے آپ اپنی کہی ہوئی بات پر قائم رہیں —— اصل میں انہوں نے یہ سمجھا کہ بات تو قادیانی کذاب

[1] تحذیر الناس از قاسم نانوتوی ناشر کتب خانہ امدادیہ دیوبند اشاعت ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء باہتمام محمد علی مالک کتب خانہ ص ۲۴

کی چل رہی تھی لہذا یہ کوئی قادیانی ہی کی تحریر ہے لیکن میں انہیں فی الحال دو تین دن تک ٹالتا رہا۔ غالباً وہ تیسرے روز پھر میرے پاس آئے تو میں نے انہیں اصل کتاب سے پھر ایک بار اُس عبارت کو دکھایا اور انہوں نے قادیانیت کے دھوکے میں مصنّف کو وہی مغلّظات سنائی جو ۲، ۳ دن پہلے سُنا چکے تھے۔

میں نے بھی موقع کی مناسبت دیکھ کر کتاب کے سرورق سے اصل مصنّف کے نام کو دکھا دیا ــــ یقین جانیے ان کے وجود "مسعود" میں ایک "زلزلہ" آگیا اور ان کے تفکّرات کی دُنیا "زیروزبر" ہونے لگی ــــ عصر کے بعد بھی اُن کے چہرے پہ ٹھیک بارہ بج رہے تھے جس کا ان کے دیکھنے والوں کو بھرپور اندازہ ہو رہا تھا ــــ میں نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے کہا ــــ کہئے جناب آپ تو عبارت کسی قادیانی کی سمجھ رہے تھے ــــ لیکن یاد رکھیے یہ ان کی عبارت ہے جن کے علم وفضل اور تقوے طہارت کی آپ ہر روز مجھ سے دہائی دیتے تھے اور جن کی عصمت عن الخطا ہونے کی قسمیں کھاتے تھے۔ سرتاپا عالمِ حیرت میں ہونے کے بعد بھی کہنے لگے ــــ نہیں! نہیں! میں اس عبارت کے بارے میں اپنے کسی "بڑے مولوی" صاحب سے پُوچھ کے بتاؤں گا ــــ میں نے کہا ضرور پُوچھ لیں اور مزید اتنا اور پوچھ لیں کہ اب اس کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟ کیونکہ اب یہ عبارت کسی قادیانی کی نہیں ہے بلکہ "قاسم العلوم والخیرات جناب قاسم نانوتوی کی ہے" ـ پھر اُس کے بعد آج تک وہ صاحب ــــ عبارت اور اُس کے قائل اور مصنّف کی شرعی حیثیت بتلانے کے لیے میرے پاس نہیں آئے ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے مسکن کا پتہ یا رستہ ہی بھول گئے ہیں اور "اتحاد اُمّت کا سبق بھی" ؎

نوکِ خنجر کی عبارت آپ پڑھیے تو سہی
خون کے دھبے بتائیں گے کہ قاتل کون ہے

میں نے متذکرہ بالا عبارت فضلاء دیو بند کے "قاسم العلوم والخیرات" جناب قاسم نانوتوی صاحب کی کتاب "تحذیر الناس" کے صفحہ ۲۴ سے نقل کر کے دکھائی تھی جس کی تفصیل بیان کرنے سے میرا مقصد آپ کو یہ بتانا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مخالفین خالصتاً دین کے معاملے میں بھی کس قدر "نفس کے بندے" ہیں کہ "مصلحتِ وقت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتے ہیں احکام خداوندی بتانے میں بھی "اپنے اور پرائے" کا "امتیاز" روا رکھتے ہیں جبکہ قرآن عظیم فرقانِ حمید کا کہنا ہے کہ

تعاونوا علی البر والتقویٰ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان [1]

"یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو مگر کسی برائی کے کام میں ہرگز کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو"۔

اقربا پرستی ان کے رگ و پے میں کوٹ کوٹ کے سمائی ہوئی ہے جبکہ یہ حضرات اہل سنت پر الزام پیر پرستی کا لگاتے ہیں انہیں اپنے گریبانوں میں پہلے جھانکنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن لوگوں کی کفری عبارت پہ عالم الاسلام کے علماء سے عموماً اور علمائے مکۃ المکرمہ و علمائے المدینۃ المنورۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خصوصاً استفتاء کیا تھا اور جن کے بارے میں علمائے حرمین شریفین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کرام علیہ الرحمۃ الرضوان نے کفر کا فتویٰ دیا ہے ان لوگوں کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ وہ لوگ کسی بھی صورت میں سوادِ اعظم حقیقی اہل سنت کے نمائندہ ہو ہی نہیں سکتے

---

[1] القرآن الکریم سورۃ ۵ آیت ۲

اور نہ ان کی شرعی حیثیت واضح ہونے سے پورے عالم اسلام کی تکفیر ہو جائے گی آپ بھی ان لوگوں کے نام مع کتب وعبارات کے ملاحظہ کریں۔

① مصنّف "قاسم العلوم والخیرات" جناب قاسم نانوتوی صاحب

عبارت نمبر ۱ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔" ؎ (تحذیر الناس ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۴ء اشاعت اول دیوبند ص ۲۸)

عبارت نمبر ۲ "دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم (سے) کے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں - - - - -

بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیا علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں ؎۲"

② مصنّف۔ خلیل احمد انبیٹھوی صاحب (مصدقہ رشید احمد گنگوھی صاحب)

عبارت نمبر ۳ "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم

؎۱ (تحذیر الناس از قاسم نانوتوی کتب خانہ امدادیہ دیوبند اشاعت ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ص ۲۴

؎۲ تصفیۃ العقائد ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء مطبع خواجہ برقی پریس دہلی ص ۲۲ - ۲۴ ؛

کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رَدّ کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" [1] (براہین قاطعہ اشاعت اوّل ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء دیوبند)

(۳) مصنّف۔ "امام ربّانی" رشید احمد گنگوہی صاحب۔

عبارت نمبر ۴

"الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے (چند سطر بعد)

پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیا کرام وعلمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔" [2]

(۴) مصنّف۔ متبنی غلام احمد قادیانی صاحب۔

عبارت نمبر ۵

"ھُوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ لا بدلَ لِکلمات اللہ و انا انزلناہُ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہُ" "یا احمد انت مرادی ومعی غرست کرامتك بیدی انت وجیہ فی حضرتی اخترتك لنفسی شانك عجیب واجرك قریب الارض والسماء معك کما ھو معی جری اللہ فی حلل الانبیاءِ۔" [3]

ترجمہ: خدا وہ قادر ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی دین دے کر بھیجا تاکہ سب دینوں پر غالب کردے (یہ وہ پیش گوئی ہے جو پہلے سے قرآن شریف میں انھیں دنوں کے لیے لکھی گئی) پھر اس کے بعد الہام کا ترجمہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ان وعدوں کو جو پہلے سے اُن کی پاک کلام میں آچکے ہیں کوئی بدل نہیں سکتا۔ یعنی وہ ہرگز ٹل نہیں سکتے۔

---

[1] براہین قاطعہ از خلیل احمد ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ ص ۵۵

[2] فتاویٰ رشیدیہ از رشید احمد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی سن ندارد ص ۲۱۰

[3] ازالہ اوہام از غلام احمد قادیانی مطبع

اور پھر اس کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے اس معمور کو مع اپنے نشان اور عجائبات کے قادیان کے قریب اُتارا اور سچائی کے ساتھ اُتارا۔ اے میرے احمد تجھے بشارت ہو تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے میں نے تیری کرامت کا درخت ثابت اور مستحکم کر دیا تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چُنا۔ تیری شان عجیب اور تیرا اجر قریب ہے تیرے ساتھ زمین اور آسمان ایسا ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے تو خدا کا پہلوان ہے نبیوں کے حلوں میں۔"

عبارت نمبر ۶ مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھر علی الدین کلہ۔[۱]

⑤ **مصنف: "حکیم الامت" اشرف علی تھانوی صاحب۔**

عبارت نمبر ۷ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ریاض ہند بار اوّل ۱۳۱۸ھ/۱۸۹۱ء ص ۷۱-۷۲۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] اعجاز احمدی از غلام احمد قادیانی مطبع ضیاء الاسلام قادیان نومبر ۱۹۰۲ء ص ۹۹ مشمولہ روحانی خزائن (تصنیفات مرزا غلام احمد قادیانی) جلد ۱۹ ناشر نظارتِ اشاعت ربوہ پاکستان (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

برائے مہربانی آپ ان تمام عبارات کو ایک بار پھر سے پڑھ جائیں اور اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ کیا یہ "عبارات اکابر" اس قابل ہیں کہ:۔
ان سے اللہ جل شانہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت عیاں ہو؟
کیا شان رسالت اور شان الوہیت کو اُجاگر کرنے کے لیے ان عبارتوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟
کیا اِن عبارتوں سے "تنقیص الوہیت" اور "تنقیص رسالت" کا اظہار نہیں ہو رہا ہے؟
بلاشک وشبہ ان سے تنقیص و بے ادبی کا اظہار ہو رہا ہے اور یقیناً ہو رہا ہے یہی وجہ ہے جب مصنف کا نام بتائے بغیر ان عبارتوں پر خود علمائے دیوبند سے فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو وہ بھی ایسی عبارتوں پر فتویٰ کفر ہی لگاتے ہیں جس سے بدرجہ اتم یہ معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ عبارتیں کفریہ ہیں اور انہیں اس کا خود بھی یقین ہے جس کا اظہار انہوں نے پوچھے گئے فتویٰ میں بھی کیا ہے (جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے)
فاضل بریلوی نے حسام الحرمین میں انہیں پانچ افراد کے بارے میں علماء حرمین شریفین سے استفتاء کیا تھا جس میں مفتیان عظام علیہ الرحمۃ الرضوان نے ان عبارتوں کا کفریہ ہونا اور ان کے مصنف

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ صہ ۱۱۳۔
۲؎ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء اشاعت اول صہ ۸ ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ مطبوعہ جمال پریس دھلی (طبع شدہ)

اور قائل کا کافر ہونا شرعی عقلی و منقولی دلائل کی روشنی میں کہا ہے۔ جس کی تصدیق خود علمائے دیوبند کے مفتیان حضرات نے بھی اپنے مذکورہ فتوے کے ذریعہ کر دی ہے۔

الحمد للہ! قاسم نانوتوی صاحب کے عبارت اور ان کی شرعی حیثیت کی تصریح خود علمائے دیوبند کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کرادی ہے اور ان کا "مسئلہ" دارالافتاء دیوبند نے خود ہی ان پر کفر کا فتویٰ دیکر حل کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ متنبی مرزا صاحب قادیانی کا مسئلہ بھی اب بفضل تعالیٰ اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا ہے۔ پاکستان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی، مجاہد ملت حضرت عبدالستار خاں نیازی اور قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر علمائے اہل سنت کی قیادت میں چلنے والی تحریک، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے پیش نظر فریقین کے دلائل سننے کے بعد "قادیانیوں" کو کافر ثابت کر کے ایک بار پھر حکومتِ پاکستان نے فاضل بریلوی کے فتوے کی تصدیق کر دی ہے۔ فالحمد للہ ذالك۔

قومی اسمبلی میں دورانِ جرح و بحث جب متنبی غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا ناصر قادیانی نے قاسم نانوتوی صاحب کی تصنیف تحذیر الناس کی عبارت (جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے) کو مرزا قادیانی کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا تو اس وقت مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی صاحبان نے نہ صرف بالکل مکمل خاموشی اور سکوت اختیار کر لیا تھا بلکہ "ایوان" بھی چھوڑ گئے تھے اور اس وقت شاہ احمد نورانی اور عبدالمصطفیٰ الازہری صاحبان نے برملا کہا تھا کہ ہم اس عبارت اور اس کے قائل کو بھی کافر مانتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے قومی اسمبلی کا ریکارڈ دیکھا جائے

جس کو منظر عام پر لانے کے لیے خود مرزائی حضرات کا بھی مطالبہ ہے تاکہ دیوبندی حضرات کی چالاکی اور اُن کی عبارات اکابر کا بھرم کھل جائے اور لوگوں کو یہ بھی پتہ چل جائے کہ یہ لوگ جو ختم نبوت کے ادارے کا چیمپئن بننے کی کوشش کر رہے ہیں دراصل انہیں کے آقا و بزرگ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھ کر قادیانیت کے پھلنے پھولنے کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کر دی ہے۔ شیخ عبدالماجد قادیانی صاحب اپنی کتاب اقبال اور احمدیت میں لکھتے ہیں کہ :۔

"امام جماعت احمدیہ نے اسمبلی کے سوال جواب کی کارروائی شائع کرنے کا متعدد بار مطالبہ کیا۔ مگر حکومت آج تک اس کی اشاعت سے خائف ہے" [1]

انہیں اسباب کی بنا پر مرزا غلام احمد کے حواری جہاں فاضل بریلوی کو نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں وہیں قاسم صاحب نانوتوی کی شان میں دعائیہ الفاظ اور معزز القابات کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور ان کے "علمی کارنامے" کے قصیدے گاتے پھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے ناظم دعوت و تبلیغ مرزا وسیم احمد صاحب قادیانی اپنے مضمون "ہم کافر نہیں ہیں" میں جماعت احمدیہ کی وضاحت کے تحت لکھتے ہیں :۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ :۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا (رسالہ تحذیر الناس ص ۲۸)" [2]

[1] اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد قادیانی طبع اوّل (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ایک اور قادیانی مصنّف مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر قاسم نانوتوی صاحب کی کتاب کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :—

"چنانچہ مولانا قاسم صاحب بانی مدرسۂ دیو بند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں :—

عوام کے خیال میں تو آنحضرت کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں —

مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" [۱]

علاوہ ازیں بقیہ افراد کے کی کفریہ عبارتوں کی تصدیق بھی بطل دار العلوم دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی نے اپنی "تصنیف لطیف" "اشد العذاب" میں ان الفاظ میں کیا ہے :—

بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے چوپائے مجانین کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اشاعت اپریل ۱۹۹۱ء مطبع لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور ص ۲۵۱ شبستان اردو ڈائجسٹ نئی دہلی بھارت شمارہ اکتوبر ۱۹۷۴ء ص ۱۰۷۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] نجاجہ در اہنمائے تبلیغ) از طفیل شاہ احمدی قادیانی مطبع لاہور آرٹ پریس ۵ انارکلی لاہور ناشر احمد اکیڈمی ربوہ پاکستان ص ۱۰۴۔

علم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں لہذا وہ کافر ہیں۔
تمام علمائے دیو بند فرماتے ہیں کہ خاں صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے۔ جو ایسا کہے وہ کافر ہے ــــ مرتد ہے ــــ ملعون ہے ــــ لاؤ ہم بھی تمہارے فتویٰ پر دستخط کرتے ہیں ــــ بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے ــــ وہ خود مرتد ہے ــــ یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں ــــ

"اگر خاں صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیو بند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انہیں سمجھا تو خاں صاحب پر اُن علمائے دیو بند کی تکفیر فرض تھی ــــ اگر وہ اُن کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔" [1]

شدت حالات کی اسی سنگینی کے پیش نظر جس کا اظہار خود مرتضیٰ حسن صاحب نے کیا ہے فاضل بریلوی کو اپنا فرض منصبی ادا کرنا پڑا ورنہ یقیناً عظمت الوہیت اور شانِ رسالت پہ حرف آتا اور ہر کس و ناکس کو حرف گیری کا موقع مل جاتا جس کا سدِ باب سختی سے کیا جانا وقت کا تقاضا تھا کیونکہ ؎

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اگر اس میں ہی خامی ہے تو سب کچھ نامکمل ہے

ان تمام متذکرہ بالا عبارتوں کے پیش نظر فاضل بریلوی کا اس طرح لکھنے والوں سے اصولی اختلاف تھا جس کا اعتراف ابوالحسن ندوی صاحب کے منظورِ نظر مولوی منظور ندوی صاحب زیادہ ہے کہ

---

[1] اشد العذاب از مرتضیٰ حسن بار دوم مطبع مجتبائی جدید دہلی شائع کردہ دار العلوم دیو بند اشاعت رجب ۱۳۴۷ھ ص ۱۲ - ۱۳ ؛

مولوی منظور ندوی صاحب کئی بار علمائے اہل سنّت سے مناظرہ میں شکست کھانے کے بعد اب مناظرہ کا نام تک نہیں لیتے) نے ان الفاظ میں کہا ہے:۔

"شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد و قیام عرس و قوالی فاتحہ تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا ——— اور مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ——— اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا ———
علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنّت سے خارج کہا جا سکے۔" [1]

دورِ حاضر کے مشہور محقق غزالی زماں رازی دوراں حضرت علّامہ سیّد احمد سعید صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ پر اپنا موقف ان الفاظ میں اپنی تصنیف میں پیش کیا ہے:———

"ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارات کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبانِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں ———
باقی مسائل میں محض فروعی اختلاف ہے جس کی بنا پر جانبین میں سے

---

[1] فیصلہ کن مناظرہ از منظور ندوی اشاعت چہارم ستمبر ۱۹۶۵ء ناشر دار الاشاعت سنبھل مرادآباد یوپی بھارت ص ۵-۶ ؎

کسی کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جا سکتی۔"

مزید فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔

"دیو بندی حضرات اور اہلِ سنّت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علماء دیو بند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھُلی توہین کی گئی ہے۔" [۱]

آخر میں اپنی تحریر کو اس بات کے حوالے سے سمیٹتے ہوئے ایک ایسا متفقہ اصول پیش کرنا چاہتا ہوں جس کو خود دیو بندی مکتبہ فکر کے ایک عالم دارالعلوم کورنگی (کراچی) کے مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی نے ڈاکٹر تنزیل الرحمان صاحب کی کتاب میں بطور ضمیمہ "تکفیر کے اصول" کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔

"ضابطۂ تکفیر۔۔۔۔ اس لیے تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطۂ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل کی صحیح گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدے کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف أئمہ کے اجتہاد میں واقع ہو۔ اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معنی کے خلاف معنیٰ پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔" [۲]

گذشتہ حوالوں میں گذرنے والی عبارات کے مُصنّفین نے دین کے مسلّمہ

---

[۱] الحق المبین از حضرت سیّد احمد سعید صاحب کاظمی ناشر مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال سن ندارد ص ۱۲-۱۳۔

[۲] اسلامی قانون ارتداد از تنزیل الرحمٰن ناشر قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور سن ندارد ص ۸۵۔

اصولوں میں ایسی تاویل و تحریف کی جس سے اجماعی معنی کے خلاف مفہوم پیدا ہوا تو پھر فاضل بریلوی نے ایسے شخص کی تکفیر میں کوئی تامل نہ کیا۔ کیونکہ وہ ان تمام مصنفین حضرات کو افہام و تفہیم کی دعوت کئی بار دیکر اتمام حجت کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور کا مطالعہ کریں اور "ان کفریہ عبارات اکابر" کے اصل کا عکس فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری کی تالیف "دعوت فکر"[1] میں ملاحظہ کریں نوازش ہوگی۔

جناب فاضل بریلوی ان حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : ــــــ

"ان لوگوں کی وہ کتابیں جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں مدتوں سے انہوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض دو دو بار چھپیں۔ مدتہا مدت سے علمائے اہل سنت نے ان کے رد چھاپے مواخذہ کیے۔ وہ فتویٰ جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لیے گئے جس میں سے ایک فوٹو علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لیے مع دیگر کتب دشنام دہی گیا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔ یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ / ۹۱-۱۸۹۰ء میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا پھر ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں مطبع گلزار حسینی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں پٹنہ عظیم آباد مطبع

[1] مطبوعہ مکتبۃ الحبیب کوٹلی پیر عبدالرحمن باغبانپورہ لاہور ص ۹ ؛

تحفہ حنفیہ میں اس کا اور قاہر ردّ چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنّت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اس کی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے۔ لوگ اس کا ردّ چھاپا کریں۔ زید کو اس کی بناپر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور سب کچھ دیکھے سُنے اور اس فتویٰ کی نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے۔ یہاں تک کہ دم نکل جائے۔ کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا اور ان میں جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں۔ نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہو سکتے ہیں اور نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گڑھ سکتے ہیں۔

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں ان کے تمام کفریات کا مجموع یکجائی ردّ شائع ہوا پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں کے سرغنہ کے پاس لے گئے سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بے حد پیدا ہوئی۔ دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھئے مگر اس وقت بھی نہ ان تحریرات سے انکار ہو سکا نہ کوئی مطلب گھڑنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہی کہا ——— میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ چاہتا ہوں۔ [1]

---

[1] تمہید ایمان از فاضل بریلوی طباعت بار دوم ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء ناشر بزم فکر عمل کراچی ص ۴۶ - ۴۷ ؛

اس طویل عبارت سے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ فاضل بریلوی نے افہام وتفہیم کے لیے انتہائی کوشش اور انتھک محنت کی، لیکن جانبین میں سے مخالفینِ اہلِ سنّت نے اپنی انا پرستی کے زعم فاسد میں جب رجوع الی الحق سے انکار کر دیا تو احکام شریعہ کی صرف بالادستی کے لیے امام اہل سنّت کو تکفیر کے اس فریضے پر عمل کرنا پڑا اور نہ وہ کافی دنوں تک افہام وتفہیم کی جدوجہد کرتے رہے جب کوئی سبیل نہ نکل سکی تو پھر آپ نے ان حضرات کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جس کی تصدیق علمائے حرمین شریفین نے بھی اپنی اپنی شاندار تقاریظ میں کر دی ہے۔

مخالفینِ اعتقاد اہل سنّت نے اپنی اس علمی و دینی شکست کا بدلہ سیاسی طور پر لینے کے لیے آپ کے خلاف آپ کی زندگی میں ہی پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا۔ چونکہ عبدالرزاق ملیح آبادی خیر سے ایک وہابی عالم اور کمیونسٹ صحافی بھی تھے اور اپنے زیرِ اثر اخبارات وجرائد کے توسل سے اس "مہم" میں بھرپور حصہ لیا۔ اور اس کا احساس فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی ہو گیا تھا اسی لیے آپ لکھتے ہیں کہ :———

"ناچار عوام مسلمین کو بھڑکاتے اور دن دھاڑے اُن پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنّت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار ؟ یہ لوگ ذرہ ذرہ سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں ——— اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا ——— مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا ——— مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا ———

پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے ——— وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا ——— شاہ ولی اللہ کو کہہ دیا ——— مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا ———

پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گذر گئے وہ یہاں تک بڑھے ہیں کہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔

غرض جسے جس کا زیادہ معتقد بنایا اس کے سامنے اُسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اُسے کافر کہہ دیا۔

یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہہ دیا ——— مولانا کو اللہ تعالیٰ جنّت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آیہ کریمہ ان جاکم فاسق بنباءٍ فتبیّنوا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری" لکھ کر ارسال ہوا اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔

غرض ہمیشہ ایسے ہی افتراء اُٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو تمہارا ربّ عزوجل فرماتا ہے : ———

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ [1]

(یعنی) جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے : ———

فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین [2] (یعنی) ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مزید مسلمانان اہل سنّت کو ہوشیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : ———

---

[1] القرآن الکریم سورۃ النحل ۱۶، آیت ۱۰۵

[2] القرآن الکریم آل عمران ۳، آیت ۶۱

مسلمانو! اس مکرِ سخیف وکیدِ ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہدیا کہدیا فرماتے ہو ـــــ کچھ ثبوت دکھلاتے ہو ـــــ ؟؟ کہاں کہہ دیا ؟ ـــــ کس کتاب کس رسالے ـــــ کس فتوے ـــــ کس پرچے میں کہہ دیا ؟ ـــــ ہاں ہاں!! ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لیے اُٹھا رکھا ہے ـــــ دکھاؤ اور نہیں دکھا سکتے ـــــ اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے تو دیکھو قرآنِ عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے ـــــ مسلمانو! تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے : ـــــ

"فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکذبون" [1] (یعنی) جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔[2]

یقیناً فاضل بریلوی کے مخالفین کذب و خیانت سے کام لیتے ہیں آج تک کوئی ایسا ثبوت بلا تحریف و خیانت کے فاضل بریلوی کی کسی بھی کتاب سے نہ لاسکے جو ان کے الزام بہتان تراشی کی تصدیق کسی بھی جہت سے کرتا ہو۔ اسی لیے عبدالرزاق ملیح آبادی الزام تراشی بہتان بازی کی تمام تر کوشش کے باوجود فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجروح نہ کرسکے تو آپ کی زندگی میں ہی آپ کو مردہ ثابت کرنا شروع کر دیا چنانچہ وہ اپنا آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے فاضل بریلوی کے خلاف پروپیگنڈا کو ایک نیا رُخ دیتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے خلیفہ حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جناب ابوالکلام

---

[1] القرآن الکریم پارہ ۱۸ سورہ النور ع ۸ ؛ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آزاد کے درمیان ۱۲ تا ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق ۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو تحریکِ خلافت و ترک موالات وغیرہ سے متعلق بریلی میں جو علمی مباحثہ ہوا تھا اُس کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

”کلکتہ سے مولانا کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ کانفرنس نہیں ہونے پائے گی۔ ”احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں“ مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں۔ [۱]

لیکن اس کے برعکس ملیح آبادی صاحب کے ممدوح جناب آزاد صاحب یوں رقمطراز ہیں کہ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بریلی ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

دام مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

مسئلہ تحفظ وصیانتِ خلافتِ اسلامیہ۔ ترک موالات و اعانت اعدائے محاربینِ اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات مشہور ہیں ـــــ

چونکہ جمعیت العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے اور یہی مسائل اس میں زیرِ نظر اور بیان ہیں اس لیے جناب کو توجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۲] تمہید ایمان اور فاضل بریلوی ناشر بزم فکر وعمل کراچی ص ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ -

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] ذکر آزاد از عبدالرزاق ملیح آبادی طبع اوّل ۱۹۶۰ء دفتر آزاد ہند ساگردت لین کلکتہ نمبر ۱۳ ص ۱۲۲ ؛

دلاتا ہوں کہ رفع اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقعہ پیدا ہو گیا ہے ـــــ جناب جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحاب علم و فن گفتگو فرمائیں میں ہر طرح عرض و گذارش کے لیے آمادہ و مستعد ہوں

فقیر ابو الکلام احمد کان اللہ لہ[1]

اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ تک باحیات ہیں مگر ملیح آبادی صاحب کے بقول ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء سے پہلے ہی (فاضل بریلوی) احمد رضا خاں تو بیشک مرحوم ہو چکے ہیں۔

میں پوچھتا ہوں اور اہل علم حضرات کی توجہ بھی اس پر چاہتا ہوں کہ اگر فاضل بریلوی ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء سے پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ تو ملیح آبادی صاحب کے شیخ الکل جناب آزاد صاحب نے ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو خط کسے لکھا تھا؟ کیا آزاد صاحب نے فاضل بریلوی کی رُوح کو مخاطب کیا تھا؟ یا آپ کے جسد خاکی کو یا خود آزاد صاحب عقل و ہوش کی دُنیا سے بیگانہ ہو چکے تھے؟

جھوٹ کی اسی روش نے عبد الرزاق ملیح آبادی صاحب کو کئی جگہ آزاد صاحب سے متصادم کر دیا ہے اور نوبت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کو زبان حال سے یوں کہتے

[1] مکاتیب ابو الکلام آزاد مرتبہ از: ابو سلیمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۶۱

پھر رہے ہیں کہ ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

یہ وہ معمہ ہے جسے فاضل بریلوی کے مخالفین قیامت کی صبح تک بھی نہیں حل کر سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ "مصباح العلوم مبارک پور عربی یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ کے عظیم علمی فرزند حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے مایہ ناز شاگرد جناب حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی اس تضاد پر نقد و جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"امام احمد رضا فاضل بریلوی کا انتقال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ یعنی وصال سے تقریباً ۱/۲-۷ ساڑھے سات ماہ پیشتر سرزمین بریلی میں بیٹھ کر یہ رسوائے زمانہ تاریخ گڑھی گئی کہ "احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں ـــــــــ"

"زندہ درگور کرنا" شاید اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ "خدمات جلیلہ" ہیں جن کے صلے میں ایسے مؤرخین کو تاریخ دانی، بلند نظری اور روشن خیالی کے تمغہ جات پیش کئے جاتے ہیں جو یقیناً ایک المیہ سے کم نہیں اور اصحاب عدل و انصاف کی گردنیں اس پر شرم سے جھک جانی چاہئیں"۔[1]

میں اس خط کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ آزاد صاحب

[1] امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات از یٰسین اختر مصباحی طباعت اکتوبر ۱۹۸۵ء ناشر ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ص ۵۳-۵۴ ؛

کی یہ تحریر کو ٹیلہ کے "شاطرانہ توح" جسے موجودہ زمانہ کی اصطلاح میں ڈپلومیسی کہا جاتا ہے کی بھرپور عکاسی کرتی ہے اور اس کا ایک ایک لفظ سیاسی داؤ پیچ سے خالی نہیں ہے لہٰذا آزاد صاحب کے اس مندرجہ ذیل کی عبارت یعنی :۔

"مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ۔ ترک موالات و اعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلاف مشہور ہیں" ۔ کے متعلق

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

"جس کو تاریخ کا علم نہیں وہ ان کلمات سے گمراہ ہو سکتا ہے۔ مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کو نہ سلطنت ترکی کی مدد اعانت سے انکار تھا بلکہ ان کی جماعت رضائے مصطفےٰ نے خود اس کے لیے کوشش کی۔ اور وہ نہ اسلام دشمنوں کے خیرخواہ تھے۔ وہ انگریز اور ہندو دونوں کے بیک وقت مخالف تھے۔" [1]

میں تو بساط ظرف سے خاموش تھا مگر
ساحل کا دل بھی موج کی شوخی سے کٹ گیا

جب ہم عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کے "حیات بابرکات" کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسے تواریخی شواہد ہمیں آسانی سے مل جاتے ہیں۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فی الواقع عبدالرزاق صاحب فطرتاً انتہائی تشدد پسند اور افراط و تفریط کی حد سے گذر جانے والے واقع ہوئے تھے۔ حدِ اعتدال کو قائم رکھنا

[1] گناہ بے گناہی از ڈاکٹر محمد مسعود مطبع سجاد آرٹ پریس لاہور ناشر رضا اکیڈمی لاہور ص ۵۷-۵۸ ؛

ان کے بس کی بات تھی ہی نہیں اسی لیے یہ جب کسی کی مخالفت کرتے ہیں تو اُس کے انتہا کو پہنچ کر اُسے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کی محبت میں ڈوب جاتے ہیں اس کی کفریات کو بھی عین اسلام ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چونکہ عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کمیونسٹ خیال سے بھی تعلق رکھتے تھے اور عقیدتاً وہابیت کے علمبردار بھی تھے اسی لیے ملیح آبادی صاحب "ہم چنیں دیگرے نیست" کی منزل پر فائز ہونے کے بعد میزان عدل اور جزاء و سزا کے تصوّر سے ہی ماورای ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مربّی و استاد جناب آزاد صاحب کو بھی ان کی عادات جمیلہ اور فطرت ثقیلہ کے بارے میں بایں الفاظ ببانگ دھل اعلان کرنا پڑا جو بدقسمتی سے تاریخ کے صفحات کا جزو بن گئے ہیں اور جس کی روشنی میں عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب کی "شخصیت کی تمام جہت کو" خوب سے خوب تر کی کے انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ تاریخی حوالہ آپ بھی ملاحظہ کریں: ابوالکلام صاحب مہر صاحب کو لکھتے ہیں کہ: ــــــ

"مولوی عبدالرزاق اس وقت، نوجوانی کی حدود کے اندر ہیں اس لیے طبیعت میں نوجوانی کی حرارتیں تیز ہیں۔ انہیں آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے (یعنی غلام رسول مہر نے) ان کا ایک مضمون نقل کیا مگر ظاہر یہ کیا کہ نقل نہیں ہے ــــــ وہ صرف اتنی سی بات پر اس درجہ متاثر ہوئے کہ جب آپ کے "انقلاب" کا ذکر کرتا ہوں جوش میں آجاتے ہیں۔ ہر چند ان سے کہتا ہوں یہ اخبارات کے اَخذ و نقل کی معمولی باتیں ہیں مگر وہ نہیں مانتے ــــــ چونکہ "مشرب وہابیت" کی گرم جوشی میں وہ آپ کے خواجہ تاش ہیں۔ اس لیے آپ دونوں معاملہ طے کرلیں۔"[۱]

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

جب اس افتادہ طبیعت سے ان کے بڑے آزاد ابوالکلام صاحب ان سے ٹکر نہ لے سکے اور انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ معاملہ آپ دونوں طے کر لیں اور جہاں "مہر" صاحب کی بھی دال نہ گل سکی تو پھر وہاں ہما شما کی کیا حیثیت جو آنجناب کی شان میں لب کشائی کر سکے اسی لیے فاضل بریلوی بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ : —

"ان بے دینوں کا تماشہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں کی جو تکفیر ہوئی اس پہ کیا کیا روتے ہیں کہ — ہائے سارے جہاں کو کافر کہہ دیا — (گویا جہاں انہیں ڈھائی نفروں سے عبارت ہے) — ہائے اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا (گویا اسلام ان بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے کہ ان کا قافیہ تنگ ہوا تو اسلام ہی کا دائرہ تنگ ہو گیا)

اور خود یہ حالت کہ اشقیا نہ علماء کو چھوڑیں اور نہ اولیاء کو نہ صحابہ کو نہ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ جناب کبریا (عز جلالہٗ) کو سب پر حکم کفر لگائیں اور خود ہٹے کٹے مسلمانوں کے نیچے بنے رہیں — الا لعنۃ اللہ علی الظالمین خبردار ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ القران الکریم [۱]

آمین! آمین! آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱] نقش آزاد از غلام رسول مہر اشاعت سوم مئی ۱۹۶۸ء ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور صد ۲۴۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] خالص الاعتقاد از فاضل بریلوی اشاعت بار دوم ۱۹۹۰ء ناشر بزم فکر و عمل کراچی صد ۵۱ ؛

خاتمۂ کلام

عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب اور اس قبیل کے دیگر مخالفین اہل سنّت نے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات پر جو بے سروپا الزامات لگا کر ان کی شخصیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی بحمدہ تعالیٰ ہم نے دلائل کی روشنی میں اس کا تجزیاتی جائزہ پیش کر دیا ہے ـــــ نقد و نظر اور غیر جانبدارانہ تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان تحاریک میں نہایت مثبت کردار ادا کیا جبکہ دیگر حضرات نے انتہائی منفی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا ثبوت دیا نتیجتاً برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کو ہی نقصان پہنچا۔

عبدالرزاق ملیح آبادی جناب ایچ۔ بی خان اور جناب نفیس صاحب دیوبندی (خلیفہ جناب عبدالقادر رائے پوری) صاحبان اور دیگر مذکورہ مخالفین اہل سنّت نے صورتِ حال کو مسخ کرنے اور "حقیقت" کو جان بوجھ کر چھپانے کی کوشش کی ہے۔ راقم نے مستند حوالہ جات اور دستاویزی ثبوت کی روشنی میں صحیح صورتِ حال کو واضح کر کے پیش کر دیا ہے۔ ہر باشعور اور مومن کا دل رکھنے والا قاری اس سے اتفاق کرے گا۔

الحمد للہ! مَیں نے اپنی بات آپ تک پہنچانے کے لیے مستند حوالہ جات کی روشنی میں گفتگو کی ہے ـــــ اکثر حوالے میں نے اصل مصادر سے حاصل

کیے ہیں جس کے لیے مَیں نے کس قدر محنت کی ہے اس کا اندازہ قارئین کو ہو گیا ہوگا ــــ ثانوی ماخذ کا استعمال تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ بفضلِ تعالیٰ مَیں نے کسی بھی حوالے کو اُس کے سیاق وسباق سے کانٹ چھانٹ کر نہیں پیش کیا ہے۔ بلکہ پوری کی پوری عبارت ہی نقل کر دی ہے ــــ تاہم ضخامت کے پیشِ نظر کہیں کہیں اختصار سے بھی کام لیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی حوالہ جاتی عبارت میں "معنوی" و "لفظی" خیانت سے الحمدللہ مکمل پرہیز برتا گیا ہے جو اہلِ حق کا خاصا ہے۔

میرا مقصود پیشِ نظر مقالہ کے ذریعہ کسی کی پردہ دری یا دل آزاری نہیں ہے بلکہ انکشافِ حقیقت ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے ــــ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کر وخواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اس پس منظر میں مجھے فاضل بریلوی کی شخصیت یقیناً مظلوم نظر آئی۔ کیونکہ ان کی ذات پر فتنہ پرور قسم کے لوگ نت نئی تہمتوں کا طویل طومار باندھنے میں مصروفِ عمل ہیں ــــ جن کا اپنا دامن خود داغدار ہے وہ فاضل بریلوی کے صاف وشفاف دامن کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے ــــ جن کی اپنی آنکھوں میں خود بڑے بڑے شہتیر ہیں۔ وہ فاضل بریلوی کی آنکھوں میں تنکا تلاش کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

مَیں نہیں جانتا کہ یہ لوگ خوفِ خدا اور احتساب آخرت سے اس قدر عاری کیوں ہو گئے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اہلِ حق کی مخالفت "باطل" کا ہمیشہ شیوا رہا ہے۔ قرآن کریم کی آیاتِ مقدسہ اس بات پر خود گواہ ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے اور ان کے پاک مشن کی تکمیل کو سبوتاژ کرنے والی باطل پرست طاقتیں بھی ہمیشہ اپنے بارے میں یہی کہتی رہیں کہ ہم "پاک باز نفوس" کے حامل "امن پسند" لوگ ہیں ــــ ہم "اتحادِ ملت" کے "داعی" اور معاشرہ

میں امن چاہتے ہیں۔
لیکن قرآن عظیم کا کہنا ہے کہ یہ روئے زمین پر سب سے بڑے فسادی لوگ ہیں۔ ان کے دلوں میں روگ ہے ــــ ابو جہل اور ابولہب کل بھی تھے ــــ ابو جہلی و ابولہبی آج بھی ہیں ــــ "ندوہ" کل بھی تھا، جہاں ذاتِ رسول کو قتل کرنے کے "منصوبے" بنائے جاتے تھے ــــ "ندوہ" آج بھی ہے، جہاں عظمتِ رسول کو مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے کی روز نئی سازش کی جاتی ہے ؎

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اُس کے بدن سے نکال دو

"قابل" اپنی تمام تر "قابلیت" کے ساتھ جس نے ہابیل جیسا ایک بے گناہ شخص کو محض اپنے مفاد کے لیے قتل کر دیا تھا ــــ اسی طرح کے "قابل" حضرات آج بھی معاشرہ میں موجود ہیں جو نہ جانے کتنے بے گناہ لوگوں کی کردارکشی کرنے کی سازش میں ملوث ہیں اپنے مفاد کے پیشِ نظر یہ لوگ کچھ بھی کر گزرنے کے لیے تیار ہیں ــــ اور کوئی بھی حربہ استعمال کر سکتے ہیں۔
انہیں لوگوں میں سے ایک صاحب کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ : ــــ
"کراچی کے ایک صاحب جو اپنے آپ کو اہلِ سنّت کی مخالفت کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں) نے مرکزی مجلس رضا کے رُوحِ رواں جناب (حکیم اہلِ سنّت) حکیم محمد موسیٰ امرتسری (مدظلہ العالی) سے ایک ملاقات میں کہا : ــــ
"ہم تو آپ کے اعلیٰ حضرت کو دفن کر چکے تھے مگر آپ نے پھر زندہ کر دیا ہے لہٰذا اب ہمیں مزید پچاس سال رات دن کام کرنا پڑے گا۔"
اس پر حکیم صاحب نے فرمایا "گویا آپ کو مزید پچاس سال

کذب وافتراء کا وظیفہ پڑھنا پڑے گا ـــــ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔[۱]

افواہ سازی، الزام تراشی جیسے بھیانک جرم کا ذکر کرتے ہوئے سید محمد جعفر شاہ پھلواروی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ: ـــــ

"ترکِ موالات یعنی کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترکِ موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترکِ موالات کی مخالفت پر مامور ہیں ـــــ مجھے کئی بزرگوں کے متعلق یہی بات سنائی گئی جن میں بعض کے متعلق غلط ہونے کا یقین و علم پہلے ہی سے تھا۔

دراصل ہر دَور میں کسی کو بدنام کرنے کے لیے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے۔ جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں ـــــ فلاں شخص جاسوس ہے ـــــ فلاں ٹوڈی بچہ ہے ـــــ فلاں وہابڑا ہے ـــــ فلاں کمیونسٹ ہے ـــــ فلاں شراب پیتا ہے وغیرہ وغیرہ ـــــ اس قسم کی خبریں خواہ ایک فی صد بھی اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہوں لیکن عام لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے، بلکہ کوئی ثبوت طلب کئے بغیر ہی اس خبر پر ایمان لے آتے ہیں ـــــ

ایسے موقع کے لیے یہ محاورہ بنا کہ "کوّا کان لے اُڑا"ـــــ تحریک ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اس لیے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ـــــ

لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا مذہبی تعصب اور تنگدلی کا رنگ ہلکے سے

---

[۱] فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از: پروفیسر محمد مسعود احمد طباعت چہارم یکم مئی ۱۹۸۸ء ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص ۲۲۲ - ۲۲۳ ؛

ہلکا ہوتا چلا گیا اور اب جناب فاضل بریلوی کے متعلق میرے تاثرات یا دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ وہ علوم اسلامیہ تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ منطق، فلسفے اور ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔
عشق رسول کے ساتھ ادب رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی کی برداشت نہ تھی — کسی "بے ادبی کی معقول" توجیہہ و تاویل نہ ملتی تو کسی رو رعایت کا خیال کئے بغیر اور کسی بڑی شخصیت کی پرواہ کئے بغیر دھڑسے فتویٰ لگا دیتے۔[1]
حق تو یہ ہے کہ مومن حق قبول کرنے میں بہت جلد باز واقع ہوا ہے مگر یہ لوگ کیسے "مومن" ہیں کہ جن کا کام الزام تراشی، افواہ سازی، بہتان بازی جیسے قبیہات میں سرگرم عمل اور مصروف ہونا ہے۔ مخالف کو جھوٹے اور غلط پروپیگنڈے کی بنیاد پر بدنام کرنا اور اپنے "بڑوں" کی "غلط حرکات" پر پردہ ڈالنے کے لیے تحریف کذب و خیانت کا سہارا لینا ہی ان کی سعی لاحاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے ایک کتاب بنام "مبشرات دیوبند" شائع ہوئی ہے جو لائق مطالعہ اور قابلِ توجہ ہے۔ چند جھلکیاں ملاحظہ کریں: —

(۱) مولانا قاسم نانوتوی نے کہا: "میں گویا اللہ جل شانہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔"
(۲) قاسم نانوتوی کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے۔
(۳) جو دارالعلوم دیوبند میں نماز کی کیفیت ہے وہ حرم کی جماعت میں بھی نہیں۔
(۴) مجدد الف ثانی نے فرمایا اس جگہ سے علم نبوت کی بُو آتی ہے۔
(۵) دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے اور فارغ ہونے والوں کا تعین منجانب اللہ ہوتا ہے۔

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور سرزمین ہند کا وہ مقام جہاں "دیوبند" ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ: ـــــ

(۶) دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کے لیے حضور علیہ السلام نے خود اپنے دست مبارک سے زمین پر نشان لگایا۔ [۱]

اس کے علاوہ اور بہت سارے مبشرات اس کتاب میں شامل ہیں جو علماء دیوبند کے قول و فعل کے تضاد پر نوحہ کناں اور ماتم کرتے ہوئے مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ قاسم نانوتوی جن کی کفریہ عبارت پہ خود علمائے دیوبند نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ اللہ کی گود میں ہیں۔ معاذ اللہ اور دیوبند کی وہ دارالعلوم جہاں سے عالم اسلام کے تمام مسلمانانِ اہل سنّت و جماعت پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوؤں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے اس کی بنیاد کا نشان رسول اکرم کے دست مبارک سے لگوایا جاتا ہے العیاذ باللہ۔ یہاں دارالعلوم دیوبند کی عظمت کو بڑھانے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب تصرف، صاحب اختیار اور صاحب علم غیب بھی مان لیا گیا ہے۔

ع ایں چہ بوالعجبے است

لیکن فاضل بریلوی جن کی ذات ناموس رسول کی حفاظت کے لیے سپر بن گئی اور تنقیص الوہیت کے مرتکب کے لیے شمشیر برہنہ جن کے زندگی کا ایک ایک لمحہ عشقِ رسول سے سرشار جو اہل بیت عظام واصحاب

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱] جہانِ رضا مرتب مرید احمد چشتی بار اوّل ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۱ء مطبع کیپٹن پرنٹرز ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور صد ۱۲۵۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] مبشرات دارالعلوم دیوبند انوارالحسن ہاشمی اشاعت سوئم ۱۴۰۰ھ مطبع تاج پرنٹرز سہارنپور صد ۶۳-۷۰-۶۲-۲۴-۴۸-۱۴ :

رسول پہ نثار ـــــــ وہ ان لوگوں کے نزدیک انگریز کے ایجنٹ بدعتی اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ حالانکہ فاضل بریلوی کا کہنا یہی تو تھا کہ ؎

"آئین مصطفےٰ کے سوا حل مشکلات
یہ عقل کا فریب اور دھوکا نظر کا ہے"

فاضل بریلوی کی کیا بات ہے آپ کے خاندان کا کوئی فرد بھی انگریزوں کی حکومت سے نہ تو وابسطہ رہا ہے اور نہ تو کسی قسم کا کوئی رابطہ رکھا ہے اسی لیے آپ کے خاندان کا کوئی شخص انگریز کا دیا ہوا خطاب "شمس العلماء" سے نہ تو مشرف ہوا اور نہ اُس نے اپنے کلاہ پر افتخار کو اس طرح کے تمغہ جات سے مُزیّن کیا فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے سیدی حضرت مصطفےٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"اتنی بات ہر خاص کو معلوم ہے کہ غدر سے پہلے ہندوستان میں اسلامی حکومت تھی ـــ اس کے بعد انگریزوں کا تسلّط ہوا ـــ مگر ان "خبثاء" نے شعار اسلامی مثل جمعہ وجماعت اذان واقامت وغیرہ کو یکسر نہ اُٹھایا بلکہ شعائر اسلام برابر جاری رہے اور اب تک جاری ہیں تو یہ دارالاسلام ہے ـــ شرح نقایہ میں کافی سے ہے" دارالاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین" ـــ یعنی دارالاسلام وہ ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہے۔

فصول عماد میں ہے۔" ان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب اذا بقی شئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ الاسلام ـــ یعنی بیشک دارالاسلام دارالحرب اُس وقت تک نہیں ہوگا جب تک شعائر اسلام یکسر نہ اُٹھا دیئے جائیں

اگرچہ اہل اسلام کا غلبہ زائل ہو جائے۔" [1]

اس عبارت میں لفظ "خبثاء" اس بات پر دلیل ہے کہ فاضل بریلوی کے گھرانے کا ایک ایک فرد انگریزوں سے دلی طور پر نفرت کرتا ہے۔ جبھی تو "شمس العلماء" جیسے خطابات سے خود کو مشرف نہیں کیا۔

فاضل بریلوی کی شخصیت سے متعارف اور آپ کے علمی جلالت کے شان سے واقف حضرات نے ہر دور میں آپ کی عبقریت عشقِ رسول سے وابستگی آپ کے تقویٰ و طہارت، خیالات کی پاکیزگی پر گواہی دی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے وصال کے یعنی (۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کے چھ روز بعد (۳ نومبر ۱۹۲۱ء کو) لاہور کے مشہور پیسہ اخبار کے مدیر نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ شائع کیا (جس کا عکس جناب ظہورالدین خاں صاحب سیکرٹری مرکزی مجلس رضا لاہور کی عنایت سے مجھے ملا) مدیر اخبار اپنے اداریہ میں لکھتے ہیں: ——

"ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات کرنے والے امام احمد رضا سے بہت ناخوش تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا بائیکاٹ اور بدنام کرنے میں ان کے طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا —— باوجود اس کے مرحوم کا پایۂ ثبات اپنے راستے سے نہ ہٹا۔" [2]

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

---

[1] "بینک اور ڈاکخانہ کے منافع کا شرعی حکم" ترتیب قاضی عبدالرحیم بستوی مطبوعہ رضا برقی پریس جولائی ۱۹۷۷ء ناشر قادری بک ڈپو بریلی شریف ص

[2] روزنامہ پیسہ اخبار لاہور۔ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء اداریہ ص

اگر اللہ رب العزت کا فضل و کرم اور رحمۃ اللعالمین علیہ السلام والصلاۃ کا فیض و عنایت شامل حال نہ ہوتا تو میں ہرگز ہرگز نقد و نظر کے اس ذمہ داری سے عہدہ برآں نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تو فاضل بریلوی کی محبت کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے کم علم سے یہ کام لے لیا۔ حق یہ ہے کہ اس مقالے کی ہر خوبی اللہ و رسول جل جلالہ، و صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف و عنایت کا صدقہ ہے اس کی بھول چوک میری اپنی ذاتی کوتاہی ہے جس کے لیے میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ اس میں جو بھی خامی نظر آئے خلوص کے ساتھ اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے ـــــ اختلاف قارئین کا حق ہے لیکن! ـــ اختلاف کیجئے وقار کے ساتھ۔

اس مقالے کی تکمیل تو ویسے ۱۹۹۲ء کے وسط میں ہی ہو جانی چاہیے تھی مگر مصروفیت کے ساتھ ساتھ طبیعت کی ناسازی نے بھی بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ وقت لے لیا۔

آخر میں ادارہ غوثیہ رضویہ کے تمام اراکین کا عموماً اور عالی جناب طفیل صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ القول السدید کا خصوصاً تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کی نشر و اشاعت کا انتظام کیا ـــــ مخدوم و محترم عالی جناب عبدالرزاق بھترالوی چشتی صاحب مدظلہٗ العالی کا بھی بے حد شکریہ کہ انہوں نے مسودہ کو ملاحظہ فرما کر اپنی عالمانہ تقریظ سے نوازا۔ اس کے علاوہ ہم اپنے دوست ظہیر بابر قریشی چشتی کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مقالے کی تکمیل میں بہت سارے مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات و احباب کو دارین میں تا ابد تاجدارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل نبی و اصحابِ نبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

کے صدقے میں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین! بجاہ سیّد المرسلین ——— ۔

تمہاری ذات سے ہٹ کر تمہاری بات سے کٹ کر
جہاں میں کیوں نہ ہو جائے وہ ابتر یارسول اللہ
عدوئے مصطفٰے پہ کیوں نہ غالب ہو کہ تیرا ہے
تیرا الجانا یہ "کتا" "کمینہ" "سب سے کمتر یارسول اللہ

——— خاکپائے چشت ———

نوشاد عالم چشتی الجانا

۱۸ / شعبان ۱۴۱۳ھ
۱۱ / فروری ۱۹۹۳ء

کتابیات
مآخذ و مراجع

کلام الٰہی احادیث عقائد و فقہ سوانح تنقید و تعقب

۱۔ القرآن الکریم — منزل من اللہ تعالیٰ
۲۔ ابوداؤد شریف — کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ مشکوٰۃ شریف — کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۔ الدرر السنیہ — از شیخ الاسلام سید احمد بن دحلان
۵۔ تذکرہ علمائے ہند — ” مولوی رحمان علی (ترجمہ اردو)
۶۔ تمہید ایمان — ” فاضل بریلوی
۷۔ الاجازات المتینیہ — ” ” ”
۸۔ اسلام ابی طالب — ” ” ”
۹۔ احکامِ شریعت — ” ” ”
۱۰۔ شمول الاسلام — ” ” ”
۱۱۔ اعلام اعلام — ” ” ”
۱۲۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم — ” ” ”
۱۳۔ المحجۃ الموتمنۃ — ” ” ”
۱۴۔ الصمصام علی مشکک فی آیات علوم الارحام — ” ” ”
۱۵۔ دوام العیش — ” ” ”
۱۶۔ الکوکبۃ الشہابیہ — ” ” ”

۱۷۔ خالص الاعتقاد — از فاضل بریلوی
۱۸۔ فاضل بریلوی علمائے حجاج کی نظر میں — از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود
۱۹۔ گناہ بے گناہی — 〃 〃 〃
۲۰۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی — 〃 〃
۲۱۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام — 〃 〃 〃
۲۲۔ حیات اعلیٰ حضرت — از مولانا ظفر الدین بہاری
۲۳۔ یاد اعلیٰ حضرت — از عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
۲۴۔ حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی از پروفیسر خلیق احمد
۲۵۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں — از مولانا یٰسین اختر مصباحی
۲۶۔ امام احمد رضا رد بدعات و منکرات — 〃 〃
۲۷۔ فقیہ اسلام — از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی
۲۸۔ مقالات امام احمد رضا اور ابو الکلام — از ڈاکٹر سید جمال الدین
۲۹۔ جہانِ رضا — از مرید احمد چشتی
۳۰۔ انوار رضا — 〃 مجموعہ مقالات ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۳۱۔ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت — از کوثر نیازی
۳۲۔ الرشاد — از پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری
۳۳۔ النور — 〃 〃 〃
۳۴۔ نصرت الابرار — 〃 مفتی محمد صاحب لدھیانوی
۳۵۔ اقبال کا آخری معرکہ — از نور از سید نور محمد قادری
۳۶۔ مقدمہ ابن خلدون — 〃 عبد الرحمٰن ابن خلدون ۔ اردو ترجمہ
۳۷۔ بینک اور ڈاکخانہ کے منافع کا شرعی حکم — از مرتب قاضی عبد الرحیم بستوی
۳۸۔ کلمۃ الحق — از معین الدین اجمیری
۳۹۔ خطبہ صدارت — 〃 محمد میاں قادری

۴۰۔ پاسبان مذہب ملّت از محمد جمیل الرحمان
۴۱۔ ہندوؤں سے ترک موالات " تاج الدین ملتی
۴۲۔ پروفیسر مولوی حاکم علی " پروفیسر محمد صدیق
۴۳۔ محمد علی کی ذاتی ڈائری " عبدالماجد دریابادی
۴۴۔ مسلمانوں کا ایثار جنگ اور آزادی " عبدالوحید خاں
۴۵۔ الحق المبین " غزالی زماں شاہ احمد سعید کاظمی

کتب وہابیت دیوبندیت قادیانیت وغیرہ

۴۶۔ حیاتِ طیبہ از مرزا حیرت دہلوی
۴۷۔ شمع توحید از ثناء اللہ امرتسری
۴۸۔ تقویۃ الایمان " اسماعیل دہلوی
۴۹۔ البریلویت " احسان الٰہی ظہیر
۵۰۔ انگریز کے باغی مسلمان " جانباز مرزا
۵۱۔ مولانا محمد احسن نانوتوی " ڈاکٹر ایوب قادری
۵۲۔ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی
۵۳۔ ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت از رشید الدین خان
۵۴۔ ذکر آزاد از عبدالرزاق ملیح آبادی
۵۵۔ ابوالکلام آزاد " عبدالقوی دسنوی
۵۶۔ کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں " مالک رام
۵۷۔ تذکرہ آزاد " " "
۵۸۔ تذکرۃ الرشید " عاشق الٰہی میرٹھی
۵۹۔ تحذیر الناس " قاسم نانوتوی
۶۰۔ براہین قاطعہ " خلیل احمد انبیٹھوی

۶۱۔ حفظ الایمان — از اشرف علی
۶۲۔ فتاویٰ رشیدیہ — " رشید احمد گنگوہی
۶۳۔ تصفیۃ العقائد — " قاسم نانوتوی
۶۴۔ اشد العذاب — " مرتضیٰ حسن دربھنگوی
۶۵۔ فیصلہ کن مناظرہ — " منظور ندوی
۶۶۔ نقش آزاد — " غلام رسول مہر
۶۷۔ نقش حیات — " حسین احمد ٹانڈوی
۶۸۔ مکاتیب ابوالکلام آزاد — مرتبہ ابوسلیمان شاہجہانپوری
۶۹۔ مکاتیب رشیدیہ — عاشق الٰہی میرٹھی
۷۰۔ فتاویٰ رشیدیہ — " رشید احمد گنگوہی
۷۱۔ مکالمۃ الصدرین — " محمد ذکی دیوبندی
۷۲۔ بیس بڑے مسلمان — مرتبہ عبدالرشید
۷۳۔ ازالہ اوہام — از مرزا غلام احمد قادیانی
۷۴۔ اعجاز احمدی — " " "
۷۵۔ اقبال اور احمدیت — " شیخ عبدالماجد قادیانی
۷۶۔ زجاجہ (رہنمائے تبلیغ) — " طفیل شاہ قادیانی

دائرہ معارف کتب تواریخ و قانون وغیرہ

۷۷۔ اردو دائرہ معارف الاسلامیہ — مرتبہ پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان
۷۸۔ تاریخ پاک و ہند — از انوار ہاشمی
۷۹۔ تاریخ پاکستان — " شیخ محمد رفیق
۸۰۔ ہندی مملکت کا عروج و زوال — " الفرڈ لائل (اردو ترجمہ)
۸۱۔ قائداعظم اور ان کا عہد — " رئیس احمد جعفری

۸۲۔ اوراق گم گشتہ از رئیس احمد جعفری
۸۳۔ برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از ایچ۔ بی۔ خان
۸۴۔ اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی
۸۵۔ تحریک خلافت " ڈاکٹر میم کمال اوکے۔ اردو ترجمہ ترکی ریسرچ
۸۶۔ ہنٹر بر ہنٹر " سر سید احمد خاں
۸۷۔ اسلامی قانون ارتداد " جسٹس تنزیل الرحمٰن

جرائد و رسائل و اخبارات

۸۸۔ روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۲۱ء
۸۹۔ روزنامہ زمیندار لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء
۹۰۔ ہفتہ وار پیغام کلکتہ بھارت ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء (مرتبہ ابو سلیمان شاہجہانپوری)
۹۱۔ ماہنامہ شبستان اردو ڈائجسٹ نئی دہلی بھارت شمارہ اکتوبر ۱۹۷۴ء
۹۲۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جلد ۲۲ شمارہ اگست ۱۹۹۲ء
۹۳۔ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر/اکتوبر ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۹۴۔ ماہنامہ تجلی دیوبند بھارت۔ مدیر عامر عثمانی شمارہ ماہ اپریل ۱۹۶۵ء
۹۵۔ ماہنامہ الرشید یہ لاہور "دارالعلوم دیوبند نمبر" شمارہ فروری مارچ ۱۹۷۶ء
۹۶۔ ماہنامہ انوار لاثانی لاہور شمارہ جولائی اگست ۱۹۹۴ء مجدد اعظم نمبر

تمت بالخیر

الحمد للہ الرب العٰلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار

روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

از اعلیٰحضرت فاضل بریلوی

رضا اکیڈیمی لاہور پاکستان